www.KitaboSunnat.com
شیطانی چالوں کا توڑ
اور
شرعی طریقۂ علاج
تالیف
محمد طیب محمدی

نام کتاب	شیطانی چالوں کا توڑ اور روحانی علاج معالجہ
تالیف	طیب محمدی حفظہ اللہ 0300-7453436
اشاعت اول	ستمبر 2008ء
تعداد	1100
قیمت	
کمپوزنگ	حافظ عبدالوھاب 0321-416-22-60

ناشر

ادارہ تحقیقاتِ سلفیہ

آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ

0300-7453436

سبب تالیف

جو لوگ عاملوں، نجومیوں، جوتشیوں، کاہنوں، جادوگروں، اور پیشہ ورانہ پیروں، فقیروں اور نام نہاد دم درود کر کے پیسہ بٹورنے والوں کے پاس جا کر اپنا دین وایمان اور عزتیں لوٹاتے ہیں، وہ اس کتاب کو پڑھ کر حقیقت سے آشنا ہوں اور ان لوگوں سے ہمیشہ کیلئے اپنا تعلق ختم کر کے مسنون اذکار اور فرائض کی پابندی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط بنائیں، تاکہ وہ ہر قسم کی پریشانی اور شیطانی چالوں سے مکمل محفوظ رہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور جن احباب نے اس کتاب کی طرف میری توجہ مبذول کی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔ آمین

محمد طیب محمدی

شیطانی چالوں کا توڑ
اور
شرعی طریقۂ علاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست ومضامین

❀ ... ❀ ... ❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان کے ڈاکو، نام نہاد عامل باوے، شعبدہ باز، بازی گر، جگہ جگہ دوکانیں ڈال کر اور کئی فٹ پاتھ پر پروفیسر بن کر لوگوں کے ایمان اور عزتیں لوٹ رہے ہیں، مال ودولت کی حرص ولالچ میں آ کر کئی صحیح العقیدہ لوگوں نے بھی اپنے عقیدے سے ہاتھ دھو لیے ہیں اور بدعقیدہ بن کر مختلف حیلوں سے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔

دنیاوی حرص ولالچ میں مبتلا یہ شاطر، چال باز لوگ اس قدر مکاری اور ہوشیاری سے کام کرتے ہیں کہ مریض اپنی لاعلمی کی وجہ سے اسے قرآنی اور روحانی علاج سمجھ کر تعاون کرتا رہتا ہے، جب اسے ہوش آتا ہے تو وہ دین ودنیا سے ہاتھ دھو چکا ہوتا ہے۔

یہ لوگ ایسے جملے اور فقروں سے لوگوں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں جس مرض میں مبتلا شخص واقعی بے حد پریشان اور بے چین ہوتا ہے مثلاً بے روزگاری کا خاتمہ، نرینہ اولاد، بے اولادی کا شرطیہ علاج، کاروباری ہر بندش ختم، پھنسے ہوئے مقدمہ سے نکلنے کا حل، مقدمہ میں جیت، رشتہ آپ کے قدموں میں۔

یہ واقعتاً ایسی مشکلات ہوتی ہیں جن میں پھنسا ہوا انسان پریشان ہوتا ہے، پھر وہ اسی پریشانی میں اپنا ایمان ان عاملوں، نجومیوں کے ہاتھوں گنوا بیٹھتا ہے، انسان اگر تھوڑا سا تحمل اور غور وفکر سے کام لے تو کیا ان لوگوں کے پاس جانے سے اس کی یہ پریشانیاں حل ہوسکتی ہیں، قطعاً یہ لوگ آپ کی پریشانیاں ختم نہیں کر سکتے، اگر یہ لوگ آپ کی کاروباری پریشانی اور بندش کو ختم کرنے کا علم جانتے یا اس کو حل کرنے پر قادر ہوتے تو خود کبھی بھی فٹ پاتھ پر نہ بیٹھتے۔

اپنا کاروبار چلانے کے لیے دوسروں کی جیب کا ایک دفعہ صفایا ضرور کرتے ہیں، ان لوگوں کو حلال وحرام کی تمیز بالکل نہیں ہوتی، شریعت ان کے نزدیک سے بھی نہیں

گزری ہوتی، انہیں اپنے کاروبار سے غرض ہوتی ہے، انہوں نے اپنے پمفلٹوں پر لکھا ہوتا ہے: شوہر کو راہِ راست پر لانا، محبوب آپ کے قدموں میں جب کہ شریعت نے تو بیوی کو شوہر کا خدمت گزار اور فرمانبردار بنایا ہے اور یہ نام نہاد عامل باوا شوہر کو بیوی کا خدمت گزار بنا رہا ہے تا کہ عورتیں اس کے جال میں پھنسیں، عشق معشوقی میں پھنسے ہوئے شخص کو یہ کہہ کر اطمینان دلاتے ہیں کہ محبوب آپ کے قدموں میں ہوگا، مرضی کی شادی ہوگی، کیا یہ سب کام غیر شرعی نہیں!!

ان کے بورڈز پر لکھا ہوتا ہے علم فلکیات کے ماہر، ستاروں کی گردش کے ماہر، ہاتھ کی لکیریں بول کر بتائیں گی، کیا ان لوگوں کو اس بات کا علم نہیں کہ ستاروں میں اثر وتاثیر ماننے والا شخص کافر ہے، اور ہاتھوں کی لکیروں پر ایمان رکھنے والا شخص بھی شریعت کا منکر و کافر ہے، ان لوگوں کو ایمان و اسلام سے کوئی غرض نہیں ہوتی، لوگوں کے ایمان کے ڈاکو اپنی جیبیں گرم کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں ان سے بچ کر رہو۔ پاکستان بننے کے بعد کسی فن اور کاروبار نے اگر ترقی کی ہے تو وہ اس جعلی روحانیت نے کی ہے، اپنے کاروبار کے لیے انہوں نے اخبارات اور خاص طور پر اتوار کی اشاعت خصوصی میں پورے پورے صفحات کے اشتہارات چھپواتے ہیں، میگزین کا پورا پورا صفحہ عامل، پروفیسروں، کاٹ پلٹ کے ماہروں اور روحانی باوؤں نے بک کرایا ہوتا ہے، اس کے لیے تیس تیس ہزار روپے روزانہ کا خرچ کیا گیا ہوتا ہے، گھروں میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ بھی پہنچائے جاتے ہیں، کھمبوں اور دیواروں پر بھی ایسے اشتہار لگے ہوئے ہوتے ہیں، یہ جھوٹے دعویدار اتنا خرچہ اس لیے کرتے ہیں کہ اس سے کئی گنا زیادہ ان کی کمائی ہوتی ہے، سوال یہ ہے کہ یہ اتنی کمائی کیسے کرتے ہیں؟ آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں:

یہ لوگوں کی مجبوریوں، بے بسیوں اور ان کی کم علمی اور دین سے دوری کی وجہ

سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، لوگ بیچارے دین سے واقف نہیں ہوتے اور اپنی پریشانیوں سے نجات اور چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ان نام نہاد عاملوں، نجومیوں، پیروں اور مزاروں کے چکروں میں پھنس جاتے ہیں۔

لوگوں کو پھنسانے کے لیے یہ اپنے اشتہارات میں ان چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں یہ ضعیف العقیدہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں، مثلاً جادو ٹونہ، رشتوں میں رُکاوٹ، من پسند شادی، کاروباری بندش، سنگدل محبوب قدموں میں، اولاد نہ ہونا، سسرال کے جھگڑے، بچھڑوں کو ملانا، مقدمات سے نجات، نافرمان اولاد۔

اپنا لوہا منوانے کے لیے یہ عامل بابے ببانگ دھل جھوٹے دعوے کرتے ہیں، کالے علم کی کاٹ پلٹ کے ماہر، ستاروں کے ملاپ اور بندش کے گرو استاد، ایشیاء کے مشہور روحانی عامل کا پیغام، بے اولاد حضرات کے لیے نور کا کرشمہ، عاملوں کا عامل، استادوں کا استاد۔

اس دیدہ دلیری پر تقدس کا پردہ ڈالنے کے لیے یہ الفاظ لکھ دیتے ہیں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے، فرمانِ الٰہی ہے کہ شیطان سے بچو۔

❀......❀......❀

عقیدہ کی اصلاح

انسان کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ کائنات میں نفع ونقصان کا مکمل اختیار صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ جسے فائدہ اور نفع پہنچانا چاہتے ہیں تو اسے کسی معمولی سی چیز سے بھی بہت بڑا فائدہ اور نفع عطا کر دیتے ہیں، جڑی بوٹیوں سے جو دوائیاں تیار کی جاتی ہیں ان میں بھی اثر اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتے ہیں اور پھر مریض کو اس دوائی سے فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، ادویات کے استعمال کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، لیکن جن چیزوں کو انسان استعمال ہی نہیں کرسکتا ان کے متعلق صرف عقیدہ رکھنا کہ یہ درخت، پتھر، مٹی، قبران کو چومنے یا ان سے کسی کو متبرک سمجھنے یا ان کے متعلق فائدہ ونفع کا اعتقاد رکھنے سے ہر قسم کی مصیبتیں اور بلائیں ٹل جاتی ہیں، یہ اعتقاد صریحاً شرک ہے، ایسے اعتقاد سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

ستاروں میں کوئی تاثیر نہیں:

① اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو آسمانِ دنیا کی زینت کے لیے پیدا کیا ہے۔

② رات کی تاریکی میں ان کے ذریعے راستہ تلاش کرنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔

③ شیاطین جنات جو آسمان میں کان لگا کر باتیں چرانے کی کوشش کرتے ہیں، ستارے ایسے شیاطین پر شعلہ بن کر لگتے ہیں، انہیں رجم کرتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے صفحہ نمبر: ۴۴ علم نجوم ملاحظہ فرمائیں)

مذکورہ تین مقاصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کیا ہے، جو شخص ستاروں میں کسی قسم کا بھی اثر تسلیم کرے گا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے یہ کام ہوتا ہے اور ستاروں کا جھرمٹ بننے کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰی إِثْرِ سَمَآءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ)). [بخاری: كتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم، رقم: ١٠٣٨]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہم کو ایک صبح نماز پڑھائی، اس رات بارش ہوئی تھی، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار نے فرمایا ہے: آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی، ایک مومن ہیں اور ایک کافر، جس نے کہا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے بارش ہوئی تو اس نے میرا کفر کیا اور وہ تاروں پر ایمان لایا۔''

جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے، ستارے کے اس جگہ ہونے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے، وہ کافر ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ ستارے گردش کرتے ہیں، ان کی گردش انسان کی تقدیر اور قسمت بناتی ہے، لہٰذا ستاروں کی گردش کے ماہر کے پاس جا کر اپنی قسمت معلوم کریں، کیا یہ کفر نہیں؟ کیا

یہ تقدیر کا انکار نہیں؟ تقدیر کا علم اللہ کے علاوہ اور کسی کو نہیں، کوئی شخص نہیں جانتا اس نے کل کیا کرنا ہے، مستقبل کے متعلق جتنے بھی علوم ہیں یہ سب تقدیر کے انکار پر مشتمل ہیں۔

سورج اور چاند میں کوئی تاثیر نہیں:

((عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ)). [بخاری: کتاب الکسوب، باب الصلاۃ فی کسوف الشمس، رقم: ١٠٦١]

"مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا، جس دن ابراہیم (فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کی وفات کے سبب سے سورج گرہن ہوا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند نہ کسی کے مرنے سے گرہن میں آتے ہیں اور نہ کسی کے جینے سے، لہٰذا جب تم گرہن کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔"

نام نہاد، جھوٹے ولی ایسی چیزوں کو فوراً ایسے کھاتے میں ڈالنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، دیکھا ہے ولی کا بیٹا فوت ہو گیا تو سورج نے بھی سوگ منایا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار اکثر معجزے کا مطالبہ بھی کیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بہت بڑا موقع تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتے دیکھو یہ میری عظمت و نبوت کی دلیل ہے کہ میرے بیٹے کی وفات پر سورج نے بھی سوگ منایا ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی بات نہیں کہی، بلکہ اس موقع پر ان لوگوں کا رد کیا جنھوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

بیٹے کی وفات پر ایسا ہوا اور حقیقت کا اظہار کیا کہ سورج اور چاند کسی کی وفات اور حیات پر گرھن والے نہیں ہوتے، یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، جب انہیں گرہن والا دیکھو تو اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوا کرو۔

حجر اسود میں نفع ونقصان کی کوئی تاثیر نہیں:

((عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَآءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّيْ أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَّا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ)). [بخاری: کتاب الحج، باب ما ذکر فی الحجر الأسود، رقم: ١٥٩٧]

''امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (طواف میں) حجر اسود کے پاس آئے پھر اس کو بوسہ دیا اور کہا کہ بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ دے سکتا ہے اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

جب جنت سے آئے ہوئے پتھر میں نفع ونقصان کی کوئی تاثیر نہیں تو پھر کائنات کے کسی بھی مٹی، حجر وشجر میں نفع ونقصان کی کوئی تاثیر نہیں ہوسکتی کہ فلاں قبر کی مٹی بواسیر کا خاتمہ کر دیتی ہے، فلاں قبر کے درخت کی ٹہنی سے بچے کا سوکڑا پن ختم ہو جاتا ہے، یہ مٹی بڑی متبرک ہے، یہ عقیدے کفر وشرک کی جڑ ہیں ان سے بچو۔
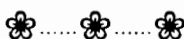
جادو کفر ہے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جادو اور جادوئی عملیات انسان کو کفر وشرک کی طرف لے جاتے ہیں، اسی لیے قرآنِ مجید نے جادو کو کفریہ کام قرار دیا ہے، جیسا کہ سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ:

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾. [البقرة: ١٠١]

''سلیمان علیہ السلام نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

سلیمان علیہ السلام نے جادو کا عمل کبھی نہیں کیا اور شیاطین جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، کفر کا کام تو وہ کرتے تھے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ اور بعض دیگر مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے، نیز امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(فَأَثْبَتَ كُفْرَهُمْ بِتَعْلِيمِ السِّحْرِ). [تفسير قرطبي، ج: ٢، ص: ٤٣]

''اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو کافر اس لیے قرار دیا کہ وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔''

اسی طرح قرآنِ مجید کی اسی آیت میں یہ بھی ہے کہ ہاروت اور ماروت کے پاس جب لوگ جادو سیکھنے کے لیے جاتے تو ہاروت و ماروت ان سے کہتے:

﴿إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾. [البقرة: ١٠٢]

''ہم تو آزمائش کے لیے ہیں، لہٰذا تم کفر کے مرتکب نہ بنو۔''

اس آیت میں بھی جادو سیکھنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

(فعرف أن السحر من الكفر). [تفسیر ابن کثیر، ج: ۱، ص: ۲۱٤]

''ہاروت اور ماروت نے بتا دیا کہ جادو کفر کی ایک قسم ہے۔''

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جادو سیکھنے یا کرنے، کروانے کے عمل کو کفر قرار دیا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت: ﴿وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ السِّحْرَ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے جادو کو کفر قرار دیا ہے۔ [المحلی لابن حزم، ج: ۲، ص: ۲۲٤]

۱۔ ((عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ)). [بخاری: کتاب الحدود، باب رمی المحصنات، رقم: ٦٨٥٧]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے اجتناب کرو، لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کون سی چیزیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

۲۔ جادو کرنا، کروانا یا سیکھنا، سکھانا۔

۳۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔

۴۔ سود کھانا۔

۵۔ یتیم کا مال ناحق ہڑپ کرنا۔

٦۔میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنا۔

٧۔معصوم پاک دامن مومنہ عورتوں پر برائی کی تہمت لگانا۔

٢۔((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ وَسَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً وَمَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)).

[صحيح الجامع الصغير: ٥٤٣٥]

''عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بد فالی لے یا اس کے لیے بد فالی لی جائے یا جو کاہن بنے یا جس کے لیے کہانت کا عمل کیا جائے یا جو جادو کرے یا جادو کروائے اور جو شخص گرہ لگائے یا کسی عامل کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔''

جادو کرنے ، کروانے والے کے پاس جانا جب اتنا شدید گناہ ہے تو اس شخص کے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لیجیے جو خود یہ عمل کرتا ہے، ہمارے ہاں خواتین میں یہ بیماری زیادہ ہے وہ دوسروں پر جادو ٹونہ کرنے کے لیے جادوگروں اور عاملوں کے گرد چکر کاٹتی ہیں، ایمان بھی ضائع کرتی ہیں اور عصمت و دولت بھی۔

٣۔((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِيْهَا فَقَدْ سَحَرَ وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ)). [نسائي: كتاب التحريم، باب الحكم في السحر، رقم: ٤٠٨٤]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے گرہ لگائی پھر اس میں پھونکا تو گویا اس نے جادو کا عمل کیا اور جس نے جادو

کیا اس نے درحقیقت شرک کیا۔''

یعنی جو جادوئی عملیات میں پڑ گیا تو پھر سمجھو وہ کفر وشرک کی دلدل میں جا گرا۔

٤۔ ((عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَّا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَّقَاطِعُ رَحِمٍ وَّمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ)). [ابن حبان: رقم: ٦١٣٧]

''ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص جنت میں نہیں جائیں گے: ۱۔ دائمی شراب خور۔ ۲۔ رشتہ داری توڑنے والا۔ ۳۔ اور جادو کو جائز سمجھنے والا۔''

❀......❀......❀
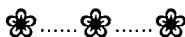
کہانت وعرافت

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں کاہنوں کا پیشہ عروج پر تھا۔ یہ لوگوں کو غیب کی باتیں بتلاتے، مختلف حوادث سے پیشگی مطلع کرتے، چوروں، ڈاکوؤں اور مجرموں وغیرہ کا سراغ لگانے میں مدد کرتے اور ایسے ہی بیسیوں رازوں اور مخفی چیزوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتے۔ نجومیوں وغیرہ کی باتیں تو محض اٹکل پچوؤں اور تخمینوں پر مبنی ہوتی تھیں، جبکہ ان کاہنوں اور عرافوں کی باتیں درست اور صحیح ثابت ہو جاتی تھیں جس کی وجہ سے یہ عوام وخواص کا مرجع بنے رہے۔

یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ آخر ان کاہنوں کی اکثر وبیشتر خبریں صحیح کیسے نکلتی تھیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کاہنوں کا شیاطین وجنات سے رابطہ ہوتا تھا، جس کی وجہ سے جن اور شیطان ان کاہنوں کو وہ باتیں بتلا دیا کرتے تھے، جنہیں وہ آسمان پر جا کر فرشتوں کی مجلس سے چرایا کرتے تھے اور اس دور میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی حد تک چھوٹ دے رکھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی یہ شیاطین وجنات فرشتوں کی مجلس سے کوئی بات چراتے تو عموماً ان کو کچھ نہ کہا جاتا اور جب ان جنوں سے غیبی اور چرائی ہوئی باتیں کاہنوں کو معلوم ہو جاتیں تو وہ لوگوں کو ان سے مطلع کرتے اور اس طرح ان کاہنوں کی اہمیت بڑھ جاتی اور ان کے پاس لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔

ایک عرصہ تک جنات وشیاطین کو ملاءِ اعلیٰ (یعنی آسمان پر فرشتوں) کی مجلس سے باتیں چرانے میں مہلت ملی رہی لیکن جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا وقت آیا تو جنوں اور شیطانوں کی اس مہلت کو بہت حد تک ختم کر دیا گیا تاکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف آنے والی وحی میں آمیزش واختلاط پیدا نہ کرسکیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ

پر نازل ہونے والی وحی اور پیغامِ خداوندی کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جیسے ہی کوئی جن ملاءِ اعلیٰ کی مجلس تک پہنچنے کی کوشش کرتا اسے شعلہ نما ستاروں کا نشانہ بنا کر مار گرایا جاتا، اگرچہ اس کے باوجود یہ جن کبھی کبھار شعلہ لگنے سے پہلے اپنی چوری کی ہوئی بات نچلے جنوں کی مدد سے زمین پر موجود کاہنوں تک پہنچانے میں کامیاب بھی ہو جاتے تھے لیکن اکثر وبیشتر اب یہ ناکام ہی ہونے لگے۔

جنات وشیاطین کا آسمانوں پر جانے اور وہاں سے بات چرانے کے متعلق قرآن وحدیث کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

① جب جنات وشیاطین کے لیے آسمان سے خبریں چوری کرنے کے سلسلہ میں رکاوٹیں بڑھ گئیں تو وہ حیران ہوئے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوا، چنانچہ سورۃ الجن میں خود جنوں کا یہ اعتراف موجود ہے کہ انہوں نے کہا:

﴿وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ٥ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ٥ وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾. [الجن: ۸ تا ۱۰]

''اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں سے بھرا ہوا پایا، اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے، اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے۔''

② اس آیت میں جس چیز کا بیان ہے، درج ذیل آیات میں بھی اسی کی طرف

اشارہ کیا گیا ہے:

﴿اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ٥ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ٥ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ٥ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ٥ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾. [الصافات: ٦ تا ١٠]

''ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور حفاظت کی سرکش شیطان سے۔ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لیے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے۔ بلکہ ہر طرف سے وہ مارے جاتے ہیں بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ مگر جو کوئی ایک آدھی بات اُچک کر لے بھاگے تو (فوراً) اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔''

③ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ٥ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ﴾. [الحجر: ١٧، ١٨]

''اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا گیا ہے جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے اس کے پیچھے دہکتا ہوا (کھلا شعلہ) لگتا ہے۔''

④ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ٥ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ٥ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ٥﴾. [الشعراء: ٢١٠، ٢١١، ٢١٢]

''اس قرآن کو شیطان نہیں لائے، نہ وہ اس قابل ہیں، انہیں تو اس کی طاقت بھی نہیں۔ بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں۔''

اس آیت میں ''سننے سے بھی محروم کر دیئے گئے'' کا مطلب یہ ہے کہ اب تو

شیاطین و جنات کو ملاء الاعلیٰ کی مجلس سے چوری چھپے باتیں سن لینے کی بھی طاقت نہیں رہی تو پھر یہ اللہ کی کتاب ''قرآن'' کیسے لا سکتے ہیں؟ مذکورہ بالا چار آیات میں جو کچھ بیان ہوا ہے، درج ذیل احادیث سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے:

① ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَآئِفَةٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ عَامِدِيْنَ إِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ إِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا مَا لَكُمْ فَقَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَانْصَرَفَ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِيْنَ إِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ بِأَصْحَابِهٖ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ ﴿وَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴿قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ وَإِنَّمَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ)). [بخاري: كتاب الأذان، باب الجهر بقرأة صلاة الصبح: ٧٧٣]

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ عکاظ کی منڈی کا رُخ کیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی شیاطین

کے لیے آسمان کی خبروں کو چرا لینے میں رُکاوٹ پیدا کی گئی تھی اور ان پر آسمان سے آگ کے انگارے برسائے جاتے تھے، جب وہ جن اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گئے تو ان کی قوم نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی؟ انہوں نے بتایا کہ آسمان کی خبروں اور ہمارے درمیان رکاوٹ کر دی گئی ہے اور ہم پر آسمان سے آگ کے انگارے برسائے گئے ہیں، انہوں نے کہا کہ آسمان کی خبروں اور تمہارے درمیان رکاوٹ ڈالے جانے کی کوئی وجہ ہے ضرور کوئی خاص بات پیش آئی ہے، اس لیے زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ اور تلاش کرو کہ کون سی بات پیش آ گئی ہے، چنانچہ شیاطین مشرق و مغرب میں پھیل گئے تا کہ اس بات کا پتہ لگائیں کہ آسمان کی خبروں تک رسائی میں یہ رکاوٹ کیوں پیدا کی گئی ہے، چنانچہ کھوج لگانے والے ان شیاطین کا ایک گروہ وادی تہامہ کی طرف بھی آ نکلا جہاں رسول اللہ ﷺ منڈی عکاظ کی طرف جاتے ہوئے کھجوروں کے ایک باغ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اور اس وقت آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب شیاطین نے قرآنِ کریم سنا تو غور سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے، پھر انہوں نے کہا کہ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ پیدا کی گئی ہے، اس کے بعد وہ شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے اور ان سے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی راہ دکھلاتا ہے، لہٰذا ہم تو اس پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ سورت (یعنی سورۃ الجن) نازل فرمائی کہ آپ فرما دیجیے کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآنِ مجید سنا۔.......... جنوں کے بارے میں یہی وحی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔''

② ((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ كَانَتِ الشَّيَاطِيْنُ لَهُمْ مَّقَاعِدُ فِي السَّمَآءِ يَسْمَعُوْنَ فِيهَا الْوَحْيَ فَإِذَا سَمِعُوا الْكَلِمَةَ زَادُوْا فِيهَا تِسْعًا فَأَمَّا الْكَلِمَةُ فَتَكُوْنُ حَقًّا وَأَمَّا مَا زَادُوْهُ فَيَكُوْنُ بَاطِلًا فَلَمَّا بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنِعُوْا مَقَاعِدَهُمْ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِإِبْلِيْسَ وَلَمْ تَكُنِ النُّجُوْمُ يُرْمٰى بِهَا قَبْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُمْ إِبْلِيْسُ: مَا هٰذَا إِلَّا مِنْ أَمْرٍ قَدْ حَدَثَ فِي الْأَرْضِ فَبَعَثَ جُنُوْدَهُ فَوَجَدُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَآئِمًا يُّصَلِّيْ بَيْنَ جَبَلَيْنِ بِمَكَّةَ فَأَتَوْهُ فَأَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: هٰذَا الْحَدَثُ الَّذِيْ حَدَثَ فِي الْأَرْضِ)). [ترمذی: کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الجن، رقم: ٣٣٢٤]

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شیاطین آسمانوں پر گھات لگا کر بیٹھتے تا کہ وحی سن سکیں اور جب وہ کسی بات کو سننے میں کامیاب ہو جاتے تو اس میں نو باتیں اپنی طرف سے زیادہ کر لیتے، اس لیے وہ ایک بات تو یقیناً سچی ہے البتہ باقی نو جھوٹی ہیں، جب اللہ کے رسول ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو شیطانوں کو آسمان پر گھات لگا کر بیٹھنے سے روکا جانے لگا، ان شیطانوں نے ابلیس (یعنی جنات وشیاطین کے سب سے بڑے سردار) سے اس کا ذکر کیا جب کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے شیطانوں پر شعلے نہیں برسائے جاتے تھے، ابلیس نے کہا کہ یقینی طور پر زمین پر کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے، اس نے اپنے لشکر روانہ کیے تو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ مکہ میں دو پہاڑوں کے درمیان نماز ادا کر رہے ہیں، وہ ابلیس کے پاس واپس گئے اور اسے یہ بات بتائی تو ابلیس کہنے لگا کہ زمین پر جو بڑا حادثہ رونما ہوا ہے، وہ یہی (رسول اللہ ﷺ کا نبی بنایا جانا) ہے۔''

③ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے بیان فرمایا:

((بَيْنَمَا هُمْ جُلُوسٌ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُمِيَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ كُنَّا نَقُوْلُ وُلِدَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ وَمَاتَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا لَا يُرْمٰى بِهَا لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اسْمُهُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ أَهْلَ هٰذِهِ السَّمَآءِ الدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ الَّذِيْنَ يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ مَاذَا قَالَ قَالَ فَيَسْتَخْبِرُ بَعْضُ أَهْلِ السَّمَاوَاتِ بَعْضًا حَتّٰى يَبْلُغَ الْخَبَرُ هٰذِهِ السَّمَآءَ الدُّنْيَا فَتَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَقْذِفُوْنَ إِلٰى أَوْلِيَآئِهِمْ وَيُرْمَوْنَ بِهِ فَمَا جَآءُوْا بِهِ عَلٰى وَجْهِهِ فَهُوَ حَقٌّ وَّلٰكِنَّهُمْ يَقْرِفُوْنَ فِيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ)). [مسلم: كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكاهن، رقم: ٢٢٢٩]

''ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک ستارہ ٹوٹا اور خوب روشن ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: جب جاہلیت میں اس طرح کا واقعہ ہوتا تھا تو تم کیا کہا کرتے تھے؟ لوگوں نے کہا کہ اصل بات تو اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی جانتا ہے (البتہ) ہم یہ کہا کرتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا شخص پیدا ہوا یا فوت ہوا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ ستارہ کسی کی موت یا حیات پر نہیں ٹوٹتا بلکہ جب پروردگارِ عالم کوئی حکم ارشاد فرماتا ہے تو عرش کے اٹھانے والے فرشتے اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں، پھر ان کی آواز سن کر ان

کے پاس والے فرشتے بھی تسبیح بیان کرتے ہیں حتی کہ اس طرح یہ تسبیح کی آواز آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے جہاں سے جن اسے چوری کر کے اپنے دوستوں کو بتا دیتے ہیں حالانکہ ان جنوں کو ان ستاروں سے مارا بھی جاتا ہے (لیکن کبھی کبھار وہ کامیاب بھی ہو جاتے ہیں) اس لیے جن جو چیز چرا لائیں وہ بالکل سچ ہے لیکن وہ اس میں جھوٹ کی آمیزش کر دیتے ہیں۔''

④ ((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَآءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَالسِّلْسِلَةِ عَلٰى صَفْوَانٍ ...... قَالَ عَلِيٌّ وَّقَالَ غَيْرُهُ صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذٰلِكَ...... فَإِذَا ﴿فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا﴾ لِلَّذِيْ قَالَ ﴿الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُو السَّمْعِ هٰكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ ...... وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنٰى نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ ...... فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ أَنْ يَّرْمِيَ بِهَا إِلٰى صَاحِبِهٖ فَيُحْرِقَهُ وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتّٰى يَرْمِيَ بِهَا إِلَى الَّذِيْ يَلِيْهِ إِلَى الَّذِيْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ حَتّٰى يُلْقُوْهَا إِلَى الْأَرْضِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلَى الْأَرْضِ فَتُلْقٰى عَلٰى فَمِ السَّاحِرِ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُصَدَّقُ فَيَقُوْلُوْنَ أَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا يَكُوْنُ كَذَا وَكَذَا فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا لِلْكَلِمَةِ الَّتِيْ سُمِعَتْ مِنَ السَّمَآءِ)). [بخاري: كتاب التفسير، باب قوله ﴿إلا من استرق السمع......﴾، رقم: ٤٧٠١]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ صادر فرماتے ہیں تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر

مارنے لگتے ہیں تو اس سے اس طرح آواز پیدا ہوتی ہے جیسے کسی صاف چکنے پتھر (چٹان) پر زنجیر کے مارنے سے پیدا ہوتی ہے...... علی بن مدینی راوی فرماتے ہیں کہ سفیان راوی کے سوا دیگر راویوں نے یُنفِذُھُمْ ذٰلِكَ (جس سے ان فرشتوں پر دہشت طاری ہوتی ہے) کے الفاظ بھی بیان کیے ہیں...... جب ان فرشتوں کے دلوں سے ڈر اور دہشت دور ہو جاتی ہے تو دوسرے فرشتے نزدیک والے فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ پروردگار نے کیا حکم صادر فرمایا ہے؟ نزدیک والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ بجا ارشاد فرمایا ہے اور وہ بڑا عالی شان اور عظمت والا ہے، ادھر فرشتوں سے وہ باتیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے) چوری کرنے والے شیاطین ایک دوسرے کے اوپر اس طرح ہوتے ہیں...... سفیان راوی نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر ایک دوسرے کے اوپر نیچے کرتے ہوئے بتلایا کہ اس طرح شیاطین ایک دوسرے کے اوپر قطاریں بنا کر آسمان پر جاتے ہیں...... پھر کبھی یہ ہوتا ہے کہ اوپر والا شیطان ابھی نیچے والے کو وہ چرائی ہوئی بات بیان نہیں کرتا کہ آگ کا شعلہ اسے مار گراتا ہے اور کبھی وہ شعلہ لگنے سے پہلے آگے بیان کر دیتا ہے، حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے ہوتے ہوئے زمین پر موجود جادوگر یا کاہن تک جا پہنچتی ہے اور وہ اس میں سو جھوٹ ملا دیتا ہے، پھر اس کی آسمان سے چرائی ہوئی بات سچ نکلتی ہے تو لوگ اس کاہن کی تصدیق کرتے ہیں کہ دیکھو اس نے فلاں فلاں کہا تھا اور وہی ہوا۔"

کاہنوں کے جھوٹے ہونے کے عقلی دلائل:

① اٹکل پچو:

نجومیوں کی پیشگوئیاں دراصل اٹکل پچو، تخمینے اور اندازے پر مبنی ہوتی ہیں جیسا کہ مؤرخ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اس طرح وضاحت کی ہے کہ:

"بعض لوگوں کی رائے ہے کہ حواس کو معطل کیے بغیر بھی غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں، مثلاً نجومی تاروں کے اثرات سے، فلکی اوضاع سے، عناصر میں تاروں کے گہرے اثرات سے اور تاروں کے باہمی تناظر وغیرہ سے جو عناصر کے طبعی امتزاج پر اثر انداز ہوتے ہیں، کے ذریعے غیب کی باتیں معلوم کر لیتے ہیں، حالانکہ نجومی غیب سے قطعی نابلد ہوتے ہیں یہ جو کچھ بتاتے ہیں محض گمان وقیاس اور صرف اندازے ہوتے ہیں جو تاروں کے فرضی اثرات پر مبنی ہوتے ہیں، بالفرض اگر علم نجوم ثابت بھی ہو جائے تو یہ بجز اٹکل وقیاس اور گمان ووہم کے اور کچھ بھی نہیں۔" (مقدمہ ابن خلدون، ج:۱،ص:۳۲۱)

دو کاموں سے ایک تو ضرور ہوتا ہے:

یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ اگر کسی چیز کا جواب دو صورتوں میں سے کسی نہ کسی طرح ایک صورت سے متعلق ہو تو وہاں ہر انسان کا اندازہ غلط یا صحیح میں سے ایک تو ضرور ہو گا مثلاً اگر کسی چیز کا جواب ہاں یا نہ میں ہو تو محض اندازے سے جواب دینے میں درستگی یا غلطی میں سے ہر پہلو کا امکان ہے کیونکہ اس کے علاوہ تیسری کوئی صورت ہی نہیں۔

اسی طرح ہر شخص کی شادی کامیاب یا ناکام دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹتی ہے، کاروبار میں فائدہ یا نقصان دو پہلوؤں میں سے ایک بہر حال ضرور سامنے آتا ہے اور اسی طرح دیگر معاملات کی حالت ہے، چونکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ایسے معاملات میں ہر انسان کا اندازہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی، لہٰذا یہ اندازہ لگانے والا خواہ نجومی ہو یا کاہن، یا وہ انسان بذاتِ خود، بہر صورت اس میں کوئی قطعیت نہیں بلکہ محض وقت کا ضیاع ہے اور اگر اس اندازے کے حصول کے لیے کسی پیشہ ور نجومی کی خدمات حاصل کی جائیں تو وقت کے ساتھ مال کا ضیاع بھی

یقینی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایسے فضول اٹکل پچوؤں اور اندازوں وتخمینوں سے منع کر دیا گیا ہے۔

دو جڑواں بھائیوں کی قسمت الگ کیوں؟:

جو نجومی ستاروں کو انسانی قسمت میں دخیل سمجھتے ہیں، ان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں کہ اگر دو یا دو سے زیادہ بچے ایک ہی وقت میں پیدا ہوں تو علمِ نجوم کے حساب سے ان کی قسمت بالکل ایک سی ہونی چاہیے، مگر سب کو معلوم ہے کہ ایسا نہیں ہوتا، حتی کہ دو جڑواں بھائیوں کی قسمت بھی ایک سی نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص ستاروں کو انسانی قسمت میں دخیل سمجھتا اور ان فضولیات پر یقین کرتا ہے تو اس بے وقوف پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

(2) علم غیب:

نجومیوں کی پیش گوئیوں میں دوسرا بنیادی نکتہ علم غیب کا دعویٰ ہے، حالانکہ ہر پہلو سے ان کے اس دعوے کی تردید کی جا سکتی ہے، آپ بطورِ تجربہ کسی نجومی کے پاس جائیں اور اپنا جوتا ہاتھ میں پکڑ کر اس سے پوچھیں کہ بتاؤ تمہارا علم نجوم اس بارے میں کیا کہتا ہے کہ میں اپنا جوتا تمہارے سر پر ماروں گا یا نہیں؟ اول تو وہ آپ کے اس سوال سے بوکھلا جائے گا اور آپ کی منت سماجت کرنے لگا کہ بھائی میری دوکانداری خراب نہ کرو، اگر بالفرض وہ کچھ جرأت کر کے ہاں یا نہ میں جواب دے تو آپ اس کے برعکس اقدام کریں۔

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ غیب کا علم اللہ کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾. [النمل: ٦٥]

''کہہ دیجیے کہ آسمان والوں اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾. [الأعراف: ١٨٨]

''(اے نبی!) آپ فرما دیں کہ میں اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا سوائے اس کے جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب دان ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچتی، میں تو محض اہلِ ایمان کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔''

اس آیت میں خاتم النبیین، سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ ﷺ اعلان فرما رہے ہیں کہ میں غیب دان نہیں ہوں جب کہ ان نجومیوں کے دعوے کسی طرح بھی غیب دانی سے کم نہیں ہوتے، خواہ یہ زبان سے اقرار کریں یا نہ، سوچیے کیا یہ انبیاء سے بھی معاذ اللہ آگے بڑھ گئے ہیں!!

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو غیب دان ہوگا، وہ لامحالہ کسی تکلیف کا شکار نہیں ہوگا جب کہ یہ نجومی اور کاہن خود بیماری، فقیری، محتاجی، وغیرہ کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور اگر انہیں واقعی غیب کا علم ہوتا تو یہ اس طرح فٹ پاتھوں اور سڑکوں پر خاک نہ پھانکتے۔

3 کہانت اور جادو سے مدد:

نجومیوں کی پیش گوئیوں میں تیسری بنیادی بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ بعض نجومی، کاہنوں، جادوگروں اور شیطانوں سے بھی معلومات حاصل کرتے ہیں، مثلاً جب

کوئی شخص ان نجومیوں کے پاس جاتا ہے تو وہ شیطانوں (جنوں) اور اپنے دیگر چیلے چانٹوں کے ذریعے آنے والے شخص کے گھریلو حالات، افرادِ خانہ کی تعداد، کاروبار کی صورتِ حال اور اس جیسی بعض دوسری ضروری چیزوں کی معلومات پہلے ہی حاصل کر لیتے ہیں اور پھر سائل کو متاثر کرنے کے لیے ان چیزوں کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ گویا وہ اپنے علم کے ذریعے یہاں بیٹھے بٹھائے ہی ان ساری چیزوں سے باخبر ہیں اور اس طرح وہ سائل کو اپنا گرویدہ بنا کر اپنی دوکانداری خوب چمکاتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اس کے باوجود ان کی باتیں اور پیش گوئیاں اکثر و بیشتر جھوٹی ہی نکلتی ہیں (جیسا کہ اس کی تفصیل اور مثالیں آ رہی ہیں) لیکن لوگ جہالت وتوہم کی وجہ سے ان کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

④ چالاکیاں اور تضاد بیانیاں:

عوام کو متاثر کرنے اور گاہکوں کو رام کرنے کے لیے نجومی حضرات نہایت چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہیں یعنی اپنی پیش گوئی میں ایک طرف سائل کے فائدے کی نشان دہی کریں گے تو دوسری طرف اسی سائل کے لیے غیر محسوس انداز میں نقصان کا اندیشہ بھی ظاہر کر دیں گے اور اگر اس سائل کو فائدہ پہنچے تو فوراً اپنا لوہا منوانے کے لیے کہیں گے کہ ہم نے کہا نہیں تھا کہ تمہیں اس کام میں ضرور فائدہ ہوگا اور اگر نقصان ہو جائے تو پھر بھی ان نجومیوں نے اپنا رستہ کھلا رکھا ہوتا ہے اور فوراً کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس سفر یا شادی وغیرہ میں نقصان کا اندیشہ ہے۔

گویا اس طرح یہ دونوں صورتوں میں سچے ثابت ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور جاہل لوگ ان کی چالاکی اور تضاد بیانی کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، ہفتہ وار میگزینوں، ماہناموں اور اخبار و جرائد میں نجومیوں کے مضامین، سوالوں کے جوابات

اور ان کی پیش گوئیوں وغیرہ کو ذرا گہرائی سے سمجھنے یا ان کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے سے یہ حقیقت بخوبی سمجھی جا سکتی ہے یا پھر خود ایسے دوکانداروں کے پاس جا کر یا ان کا شکار ہونے والے گاہکوں سے مل کر بھی ان کی چالاکیوں اور غلط بیانیوں کے بارے میں تسلی وتشفی حاصل کی جا سکتی ہے لیکن اس ترقی یافتہ دور میں بھی عوام ایسی جہالت اور توہم پرستی کا شکار ہے کہ ان حقائق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں۔

نجومی کی تضاد بیانیاں:

یہاں چند ایک مثالوں کے ذریعے اس حقیقت کو مزید آشکارا کیا جاتا ہے تاکہ آپ اس سے بخوبی آگاہ رہیں:

روزنامہ "جنگ" کا سنڈے میگزین (28 اپریل تا 4 مئی 2002ء میں برج حمل (21 مارچ تا 21 اپریل) کے پس منظر میں ایک نجومی اس طرح پیش گوئی کرتا ہے:

"کسی جذباتی لغزش کے باعث رسوائی کا اندیشہ ہے، محتاط رہیں، سفر کے حسب منشاء نتائج حاصل ہوسکیں گے، کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی، خاندان کے بزرگوں سے وابستہ توقعات پوری ہونے کا امکان نہیں ہے، گھریلو ماحول خوشگوار رہے گا، ٹریفک قوانین پر سختی سے عمل کریں، اس ہفتے کا موافق عدد چار ہے۔"

قارئین کرام! اگر عدل وانصاف کے ساتھ برج حمل کے پس منظر میں اسی پیش گوئی کا ملک بھر کے دیگر نام نہاد نجومیوں کی برج حمل سے متعلقہ اسی سال کی پیش گوئیوں سے تقابل کریں تو عجیب اتفاق ہوگا کہ کسی ایک نجومی کی پیش گوئی بھی دوسرے سے میل نہیں کھاتی، حالانکہ پورے ملک میں فٹ پاتھوں سے لے کر عالی شان دفتروں میں بیٹھے ایسے سینکڑوں ہزاروں نجومی پیش گوئیاں کرنے والے موجود ہیں، بہرصورت ان کی تضاد بیانیاں واضح کرنا ایک تفصیل طلب کام ہے، اس وقت

صرف ایک نجومی کی پیش گوئی (جو اوپر بیان کی گئی ہے) میں موجود تضاد بیانیوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

اس پیش گوئی میں نجومی نے نفع ونقصان دونوں پہلوؤں کو ایک ساتھ بیان کیا ہے حالانکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہر انسان کو نفع یا نقصان دونوں صورتوں سے ہر وقت کسی نہ کسی شکل میں ضرور واسطہ پڑتا ہے۔ اب اس پیش گوئی میں ایک طرف یہ ہے کہ ''کسی جذباتی لغزش کے باعث رسوائی کا اندیشہ ہے۔'' اور دوسری طرف اس کے برعکس یہ دعویٰ بھی ہے کہ ''گھریلو ماحول خوشگوار رہے گا۔'' یہ دونوں صورتیں متضاد ہیں، اس لیے اگر کسی انسان کی معاشرے میں عزت ہی نہ رہے اور اسے ہر سو رُسوائی کا سامنا رہے تو اس کا گھریلو ماحول خوشگوار کیسے رہ سکتا ہے؟

اسی طرح ایک طرف تو پیش گوئی کی جا رہی ہے کہ ''سفر کے حسب منشاء نتائج حاصل ہوسکیں گے۔'' اور دوسری طرف یہ بھی اطلاع ہے کہ ''کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی۔'' اس میں تضاد یہ ہے کہ ایک طرف سفر کی کامیابی کا دعویٰ ہے اور وہ سفر کاروبار کی غرض سے بھی ہوسکتا ہے بلکہ اکثر وبیشتر سفر کاروبار کی غرض سے کیے جاتے ہیں اور کاروبار میں نفع ہی بنیادی طور پر مطلوب ہوتا ہے، یعنی اس پیش گوئی کے مطابق نفع ضرور حاصل ہوگا اور دوسری طرف سے نقصان کا اندیشہ اس میں اس طرح سے کر دیا گیا کہ ''کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی'' اور غیر مستحکم کا معنی ہے کہ نقصان ہوگا، اب خود ہی فیصلہ کر لیجیے کہ ایک طرف فائدے کی طرف اشارہ ہے اور ساتھ ہی نقصان کا اندیشہ بھی ذکر کر دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ نفع یا نقصان میں سے ایک پہلو تو ضرور سامنے آئے گا اور جو پہلو بھی سامنے آئے گا، اسے بنیاد بنا کر یہ نجومی اپنے آپ کو سچا منوانے کی کوشش کریں گے۔

یہ پیش گوئی کہ ''سفر کے حسبِ منشاء نتائج حاصل ہوں گے'' اس میں ایک اور

چالاکی ہے کہ یہاں اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ اس سفر سے مراد کون سا سفر ہے؟ تعلیمی، تجارتی، تفریحی، یا کوئی اور سفر؟ یہ وضاحت اس لیے نہیں کی گئی کہ مذکورہ سفروں میں سے اگر کسی میں نقصان ہو یا مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوسکیں تو ایسی صورت میں اپنی حقیقت اور کذب بیانی کو چھپانے کے لیے کم از کم نجومی صاحب یہ تو کہہ سکیں گے کہ اس سفر سے میری مراد تفریحی سفر تھا جب کہ آپ نے تجارتی سفر کیا ہے، لہٰذا میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں اور اس کے برعکس اگر آپ نے تفریحی سفر میں نقصان اٹھایا ہے تو نجومی کے پاس یہ جواب تیار ہوگا کہ کامیابی کی اُمید تو اس سفر میں تھی جو تفریح کے علاوہ ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ پیش گوئی کہ ''کاروباری پوزیشن قدرے مستحکم رہے گی'' اس پیش گوئی میں لفظ ''قدرے'' قابل غور ہے یعنی نہ تو واضح طور پر نقصان کی پیش گوئی ہے اور نہ ہی نفع کی، اب اگر نجومی کے گاہک کو کاروبار میں بالفرض نقصان پہنچ جائے تو اس کا ایسے نجومی پر یقین واعتماد بڑھ جائے گا اور اگر اسے کاروبار میں نفع ہو تو اس کی بھی اس عبارت میں گنجائش موجود ہے کیونکہ ''قدرے غیر مستحکم کاروبار'' کا واضح طور پر نفع یا نقصان سے کوئی تعلق نہیں، اب ایک شخص کو کاروبار میں نفع ہوتا ہے مگر وہ نفع اصل سرمائے میں ضم ہو جانے یا اُدھار حالت میں ہونے کی وجہ سے تاجر کے ہاتھ میں نقدی کی صورت میں نہیں ہوتا، اور ''مال کو مال کھینچتا ہے'' کے فارمولے کے تحت تاجر کے پاس جتنی زیادہ نقدی ہوگی، اسے اتنا ہی مالی فائدہ اور ترقی حاصل ہوگی اور اسے اس صورت میں اپنا کاروبار مستحکم ہوتا نظر آئے گا، جب کہ مذکورہ صورتوں (یعنی اُدھار یا سرمائے میں ضم ہو جانے) کے نفع کو تاجر لوگ عموماً نفع شمار ہی نہیں کرتے اور ان کی زبانوں سے اکثر وبیشتر یہی سننے کو ملے گا کہ کاروبار ٹھپ ہیں، دوکانداری مندی ہے، یا اسے نجومی کی زبان میں ''کاروبار قدرے غیر مستحکم ہے''

بھی کہا جا سکتا ہے، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے مگر نجومی دونوں صورتوں میں ہوشیاری دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔

قارئین کرام! یہ سچ ہے کہ نجومیوں کی پیش گوئیوں میں تقریباً اسی طرح کے دھوکے بازیاں، چالاکیاں اور فریب کاریاں پنہاں ہیں جنہیں ذرا غور وفکر سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے مگر افسوس کہ ہمارے سادہ لوح عوام اس طرف مطلق توجہ نہیں دیتے اور نجومیوں کی پیدا کردہ گمراہیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں، اور شاید یہی وجہ ہے کہ انہی گمراہیوں کے انسداد کے لیے ہماری شریعت نے مطلق طور پر ان نجومیوں، کاہنوں، عاملوں اور جادوگروں کے پاس جانے سے ہی روک دیا تاکہ عام لوگ کہیں ان سے متاثر ہو کر راہِ ہدایت سے بھٹک نہ جائیں۔

مذکورہ مثال سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کرنے والوں کے لیے لاکھوں روپے کے انعام اور چیلنج کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کہ انہوں نے کمال ہوشیاری کے ساتھ اپنے دعوؤں میں ایسی باتیں رکھی ہوتی ہیں جن کے ذریعے یہ اپنے آپ کو جھوٹا ثابت ہی نہیں ہونے دیتے۔

کہانت کی کامیاب شکل اگر کوئی ہوسکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ کاہن کے پاس کوئی جن ہو اور فی الواقع وہ جن آسمان سے خبر چوری کر لانے میں کامیاب بھی ہوتا ہو، لیکن اول تو اکثر وبیشتر جنات خبریں چوری کرتے ہوئے آسمان پر شعلوں کا شکار ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور اگر فرض کریں کہ کسی کاہن کا جن کامیاب ہو کر واپس لوٹ آتا ہے تو ایسا ہزاروں، لاکھوں میں سے خال خال ہی کوئی ہوسکتا ہے اور کسی کاہن کے چہرے پر تو نہیں لکھا کہ اس کا جن کامیاب ہو کر لوٹا ہے، مزید برآں یہ کامیاب ہونے والا بھی ایک بات میں سو جھوٹ ملا دیتا ہے، اب ایسے کاہن کے پاس جانے والے سو آدمیوں میں سے کوئی ایک ہی ایسا خوش قسمت ہوسکتا ہے جو

بات حاصل کرتا ہے اور باقی ننانوے لوگوں کو جھوٹی باتیں ہی بتائی جاتی ہیں اور ایسا کرنا جہاں ان کاہنوں کی مجبوری ہے وہاں ان لوگوں کی بے وقوفی بھی ہے جو ہزاروں روپے فیس ادا کر کے ایسا خطرہ مول لیتے ہیں۔

اصل چور، مجرم اور قاتل نجومی آج تک نہیں بتا سکے:

ان عاملوں، کاہنوں کی تردید اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ان کاہنوں اور عاملوں وغیرہ کے لوٹا گھمانے، پرچی نکالنے، بچوں کے ناخنوں یا کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر منتر شنتر کر کے فی الواقع اصلی چور، قاتل یا مجرم وغیرہ تک پہنچنے میں مدد ملتی ہوتی تو حکومتوں کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ لاکھوں روپے ضائع کر کے ہر شہر اور علاقے میں بڑے بڑے پولیس اسٹیشن اور تفتیشی سنٹر قائم کر کے ان کے مصارف برداشت کرے اور پھر لاکھوں، کروڑوں کا بجٹ ان کے لیے مختص کرے؟ پھر تو حکومت کو چاہیے کہ چند ایک کاہنوں، عاملوں، پروفیسروں اور ایسے باووں کی خدمت حاصل کر کے اتنا بھاری بجٹ تھانوں اور تفتیشی سنٹروں کی نذر کرنے کی بجائے اسے دیگر تعمیراتی منصوبہ جات میں صرف کر کے ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کرے یا تو حکومتیں بے وقوف ہیں کہ آج تک کسی ملک کی حکومت نے ان بابوں اور باووں سے ایسا کام نہیں لیا یا پھر یہ کاہن ہی جھوٹے اور ناقابل اعتماد ہیں اور فی الواقع ایسا ہی ہے کہ یہ نام نہاد عامل، کاہن، پروفیسر، نجومی، جادوگر وغیرہ اس قابل ہی نہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔

کاہن کے پاس جانے والا شریعت کا منکر:

رسول اللہ ﷺ کے وہ واضح فرمودات وارشادات ملاحظہ فرمائیں جن میں کہانت کے پیشہ کو حرام اور اس میں دلچسپی لینے کو کفریہ عمل قرار دیا گیا ہے:

۱۔ ((عَنْ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَّمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً)). [مسلم: كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان، رقم: ٢٢٣٠]

''صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی عراف (کاہن) کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی۔''

۲۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَتٰى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)). [ارواء الغليل، جلد:٥، صفحه:٦٩، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو گویا اس نے اس چیز (دین) کا کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔''

۳۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَتٰى حَآئِضًا أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)). [ابوداود: كتاب الطب، رقم: ٣٩٠٤]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی سے حالتِ حیض میں، یا دُبر میں جماع کیا، یا کاہن کے پاس جا کر اس کی تصدیق کی تو وہ اس دین سے باہر ہو گیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔''

٤۔ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: مَنْ أَتٰى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)). [ترمذی: كتاب الطهارة، باب ما جآء في كراهية إتيان الحائض، رقم: ١٣٥]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی سے حالتِ حیض یا دبر میں وطی کی یا کاہن کے پاس گیا تو بلاشبہ اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔''

۵۔((عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ)). [مسلم: كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن......، رقم: ١٥٦٧]

''ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کی قیمت، زانیہ کی کمائی اور کاہن کی شیرینی (کمائی) سے منع فرمایا ہے۔''

۶۔((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ عَقَدَ عُقْدَةً وَّمَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)). [المعجم الكبير للطبراني]

''عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بد فالی لے یا اس کے لیے بد فالی کا عمل کیا جائے یا جو شخص کاہن بنے یا اس کے لیے کہانت کا عمل کیا جائے یا جو جادو کرے یا جادو کروائے یا گرہ لگائے ایسے لوگوں کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی

تصدیق کرے تو گویا اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔''

۷۔ ((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَا أَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَيَكُوْنُ حَقًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا مِنَ الْجِنِّيِّ فَيَقُرُّهَا فِيْ أُذُنِ وَلِيِّهِ فَيَخْلِطُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ)). [بخاري: كتاب الطب، باب الكهانة، رقم: ٥٧٦٢]

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو کچھ بھی نہیں، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول!! یہ لوگ ہمیں جو باتیں بتاتے ہیں وہ کبھی کبھار بالکل سچ ثابت ہوتی ہیں، تو اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی جو بات سچ ثابت ہوتی ہے وہ صرف وہی بات ہے جو جن آسمان سے چرا کر اپنے کاہن دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے اور وہ کاہن (عامل) اس میں سینکڑوں جھوٹوں کی آمیزش کر ڈالتے ہیں۔''

۸۔ ((عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أُمُوْرًا كُنَّا نَصْنَعُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ قُلْتُ كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ: ذَاكَ شَيْءٌ يَّجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِيْ نَفْسِهِ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ)).

[مسلم: كتاب السلام، باب تحريم الكهانة، رقم: ٥٣٧]

''معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! دورِ جاہلیت میں ہم کئی کام کیا کرتے تھے (جن میں سے ایک یہ تھا) ہم کاہنوں

کے پاس جایا کرتے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو، یہی صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: ہم بد فالی بھی لیا کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جو تم میں سے کسی شخص کے دل میں پیدا ہوتی ہے (اور اس سے بڑھ کر اس کا کوئی کام نہیں) لہٰذا یہ (بدفالی وبدشگونی) تمہارے کاموں میں رُکاوٹ نہ بنے۔''

۹۔ ((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ سَاحِرًا فَسَأَلَهٗ فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)). [المعجم الكبير: ۱۰۰۰۵]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی عراف، جادوگر یا کاہن کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔''

۱۰۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المعجم الاوسط'' میں یہی روایت اس طرح نقل کی ہے:

((مَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ أَتَاهُ غَيْرَ مُصَدِّقِهٖ لَهٗ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً)). [المعجم الأوسط للطبرانی، رقم: ۱۴۷۶]

''جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو یہ اس چیز سے بری ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کی ہے اور جو کاہن کے پاس گیا مگر اس کی تصدیق نہیں کی تو اس کی بھی چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

❀......❀......❀

علمِ نجوم

ستاروں کے صرف تین مقاصد:

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو بنیادی طور پر تین مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے:

۱۔ راستوں اور سمتوں کی معلومات اور وقت کے تعین کے لیے۔

۲۔ آسمان کی زیب وزینت کے لیے۔

۳۔ شیطانوں کو مار بھگانے کے لیے۔

ان مقاصد ثلاثہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) راستوں اور سمتوں کی معلومات اور وقت کے تعین کے لیے:

قرآنِ مجید کی درج ذیل آیات سے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں:

۱۔ ﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝﴾. [الأنعام: ۹۷]

''اور اسی ذات باری تعالیٰ نے تمہارے لیے ستاروں کو پیدا فرمایا تا کہ تم ان کے ذریعے سے اندھیروں میں، خشکی میں اور دریا میں راستہ معلوم کرو بلا شبہ ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو فہم وشعور رکھتے ہیں۔''

۲۔ ﴿وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ۝ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝﴾. [النحل: ۱۵ تا ۱۷]

''اور اس اللہ نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے تا کہ (وہ زمین) تمہیں ہلا نہ دے

اور نہریں اور راہیں بنا دیں تا کہ تم منزل مقصود کو پہنچو اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے۔''

۳۔ ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ط مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ج يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ٥﴾. [يونس:٦]

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ پیدا نہیں کیں۔ وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتا رہا ہے جو علم و دانش رکھتے ہیں۔''

٤۔ ﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾. [الرحمن: ٥]

''سورج اور چاند حساب سے ہیں۔''

یاد رہے کہ ستاروں اور دیگر اجرام فلکی کے تخلیقی مقاصد میں سے یہی ایک مقصد انسانوں کے لیے مختلف چیزوں کی معلومات کے لیے مفید اور مشروع ہے اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس کا تعلق بھی علم ہیئت کی ان مختلف شاخوں سے ہے جن کے ذریعے ماہ و سال کا تعین، اوقات کا تقرر، کیلنڈروں کی تیاری اور سمتوں کے تعین وغیرہ میں مدد اور فائدہ حاصل کیا جاتا ہے جب کہ لوگوں کی تقدیر، کامیابی و ناکامی، فتح و شکست وغیرہ جیسی غیبی اور مستقبل کی مخفی باتوں میں ان ستاروں اور سیاروں کا کوئی عمل دخل نہیں، بلکہ ان معاملات میں انہیں مؤثر سمجھنا شرک ہے، جیسا کہ آگے احادیث میں آ رہا ہے۔

(2) آسمانِ دنیا کی زیب و زینت کے لیے:

اجرامِ فلکی کا دوسرا مقصد آسمان کی زیب وزینت ہے، جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے:

۱۔ ﴿إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ نِ الْكَوَاكِبِ﴾. [الصافات:٦]

''ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے آراستہ کیا۔''

۲۔ ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ﴾. [الملك: ٥]

''بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت والا بنا دیا۔''

۳۔ ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنَّاهَا لِلنّٰظِرِينَ﴾. [الحجر:١٦]

''یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اسے سجا دیا۔''

٤۔ ﴿وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا﴾. [فصلت: ١٢]

''اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور نگہبانی کی۔''

③ شیطانوں کو مار بھگانے کے لیے:

قرآنِ مجید میں ستاروں کی تخلیق کا تیسرا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہیں ان شیطانوں کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے جو آسمانی مجلس سے کوئی بات چرانے کے لیے عالم بالا کا رُخ کرتے ہیں، قرآنِ مجید میں یہ بات مختلف مواقع پر اس طرح بیان ہوئی ہے:

۱۔ ﴿إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ نِ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُورًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾. [الصافات: ٦ تا ١٠]

''ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور حفاظت کی سرکش شیطان سے۔ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لیے وہ کان بھی

نہیں لگا سکتے۔ بلکہ ہر طرف سے وہ مارے جاتے ہیں بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ مگر جو کوئی ایک آدھی بات اُچک کر لے بھاگے تو (فوراً) اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔''

۲۔ ﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ○ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ○ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ﴾. [الحجر: ١٦، ١٧، ١٨]

''یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اسے سجا دیا، اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا گیا ہے جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے اس کے پیچھے دہکتا ہوا (کھلا شعلہ) لگتا ہے۔''

۳۔ قرآنِ مجید میں خود جنوں کا اعتراف موجود ہے کہ ستارے ہم پر شعلہ بن کر برستے ہیں:

﴿وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ○ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ○ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾. [الجن: ٨ تا ١٠]

''اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں سے بھرا ہوا پایا، اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے، اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے۔''

ستاروں کو انسانی قسمت کے ساتھ مربوط سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے:

گذشتہ دلائل سے معلوم ہوا کہ ستاروں کی تخلیق کے تین ہی مقاصد ہیں اور ان مقاصد کے علاوہ ان کا کوئی مقصد نہیں اور نہ ہی انسانی زندگی کی تبدیلیوں یا مستقبل کی باتوں سے ان کا تعلق ہے، انسانی زندگی میں اگر ان کا کوئی تعلق ہوسکتا ہے تو وہ یہی کچھ ہے کہ ان سے راستوں اور سمتوں کی معلومات اور وقت کے تعین میں مدد لی جاتی ہے اور علم ہیئت فی الحقیقت اسی مقصد کے حصول کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ علم ہیئت میں جتنی بھی ترقی کی جائے ہرگز مذموم نہیں، لیکن اگر ستاروں کو کائنات کا مؤثر عامل سمجھا جانے لگے اور ان کی بنیاد پر مستقبل کی غیبی خبروں کے حصول کے دعوے کیے جانے لگیں تو پھر اسے علم ہیئت سے موسوم نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی قطعیت وحقیقت ہے۔

ستاروں کو انسانی قسمت کے ساتھ مربوط سمجھنا اسلامی نقطۂ نظر سے ایک شرکیہ عقیدہ ہے، اسی لیے اس طرح کی چیزوں میں وقت ضائع کرنے اور دلچسپی لینے کی ہر صورت کی اسلام سخت مذمت کرتا ہے، آئندہ سطور میں اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کی چند صحیح احادیث پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ)). [ابوداود: کتاب الطب، باب فی النجوم، رقم: ۳۹۰۵]

''جس شخص نے نجوم کے بارے میں کچھ بھی علم حاصل کیا، اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا، جتنا زیادہ علم نجوم سیکھے گا، گویا اتنا ہی زیادہ جادو سیکھنے کے مترادف ہوگا۔''

۲۔ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَةِ عَلٰی إِثْرِ سَمَآءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِكَ کَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ)). [بخاری: کتاب الأذان، باب یستقبل الإمام الناس إذا سلم، رقم: ٨٤٦]

”رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں ہم کو ایک صبح نماز پڑھائی، اس رات بارش ہوئی تھی، نماز کے بعد آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پروردگار نے فرمایا ہے: آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی، ایک مومن ہیں اور ایک کافر، جس نے کہا کہ اللہ کے فضل ورحم سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے بارش ہوئی تو اس نے میرا کفر کیا اور وہ تاروں پر ایمان لایا۔“

۳۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَرْبَعٌ فِیْ أُمَّتِیْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ لَا یَتْرُکُوْنَهُنَّ الْفَخْرُ فِی الْأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِی الْأَنْسَابِ وَالْإِسْتِسْقَآءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّیَاحَةُ)). [مسلم: کتاب الإیمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء، رقم: ٧٢]

''دورِ جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں میری امت نہیں چھوڑے گی، اپنے حسب ونسب پر فخر کرنا، (دوسروں کے) حسب ونسب پر طعن کرنا، تاروں سے بارش طلب کرنا، نوحہ کرنا۔''

۴۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِىْ خَصْلَتَيْنِ تَكْذِيْبًا بِالْقَدْرِ وَإِيْمَانًا بِالنُّجُوْمِ)).

[ابو يعلى: ۳۹۱۱]

''مجھے اپنی امت کے بارے میں دو چیزوں کا اندیشہ ہے: ایک تقدیر کی تکذیب اور دوسرا نجوم پر ایمان لانا۔''

۵۔ ابو محجن رضی اللہ عنہ کی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِىْ ثَلَاثًا حِيْفُ الْأَئِمَّةِ وَإِيْمَانًا بِالنُّجُوْمِ وَتَكْذِيْبًا بِالْقَدْرِ)). [فتح المجيد، ص: ۲۵۷]

''مجھے اپنی امت کے بارے میں ان تین چیزوں کا خطرہ ہے: ۱۔ امراء وحکام کا ظلم، ۲۔ تاروں پر ایمان، ۳۔ تقدیر کی تکذیب۔

۶۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی فرماتے ہیں:

((خُلِقَ هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِّلسَّمَآءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُّهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ أَخْطَأَ وَأَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ)). [بخاری: كتاب بدء الوحى، باب فى النجوم]

''ان ستاروں کو تین مقاصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے: ایک تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کی خوبصورتی کے لیے پیدا فرمایا ہے، دوسرا شیاطین کو مار بھگانے کے لیے اور تیسرا انہیں راستہ معلوم کرنے کے لیے ذریعہ بنایا ہے، لہٰذا جس شخص نے

ان کے سوا دیگر باتیں کہیں تو اس نے غلطی کی اور اپنا حصہ تباہ کر لیا اور جو بات غیب کی معلوم نہیں ہوسکتی ، اسے معلوم کرنے میں تکلف کیا۔''

کواکب پرستی:

دورِ جاہلیت میں لوگوں نے ان اجرام فلکی کے ساتھ بہت سی ایسی چیزوں کو مربوط کرنا شروع کر دیا تھا جن کا ان اجرام سے قطعی طور پر کوئی تعلق نہ تھا مثلاً ان اجرام فلکی کی حرکت ورفتار کے ساتھ لوگوں کی قسمت کے فیصلے وابستہ کیے جانے لگے، انسانی زندگی میں عروج وزوال، صحت وبیماری، فقر وغنی، غمی وخوشی، کامیابی وناکامی، فتح وشکست وغیرہ جیسی بہت سی چیزوں میں بھی ان اجرام کو قطعی مؤثر سمجھا جانے لگا، ان کی حرکت وگردش کے ساتھ غیب کے دعوے اور مستقبل کی خبریں دی جانے لگیں، پھر رفتہ رفتہ توہم پرست انسان نے اپنی زندگی کے ہر معاملے کو دینی ومذہبی تعلیمات کی بجائے انہی اجرام سے وابستہ کرلیا اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ انہیں خدائی کا درجہ دیا جانے لگا اور ان کی پرستش کی جانے لگی، معاذ اللہ!!

قرآنِ مجید میں ایک مقام پر اجرامِ فلکی کی پرستش سے منع کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝﴾. [حم السجدة: ٣٧]

''دن اور رات اور سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تم سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو، بلکہ سجدہ اس کے لیے کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، اگر تم واقعی اس کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔''

دنوں کے نام:

کواکب پرستی کی ایک ادنیٰ سی مثال یہ بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ ہفتہ کے دنوں کے نام انہی اجرامِ فلکی سے منسوب کر کے رکھے گئے جیسے انگریزی زبان میں اتوار کو ''سنڈے'' کہا جاتا ہے جس کا ترجمہ ہے سورج کا دن، یعنی اس دن کو سورج دیوتا کا دن قرار دیا گیا۔ سوموار کو ''منڈے'' کہا جاتا ہے یعنی چاند کا دن، گویا سورج کی طرح چاند کو بھی دیوتا تسلیم کیا گیا ہے اور اس دن کو چاند کی طرف منسوب کیا گیا۔ منگل کو ''ٹیوز ڈے'' سے موسوم کیا گیا ہے، یعنی ٹیو، دیوتا کا دن اور کہا جاتا ہے کہ یہ ٹیو دراصل مریخ سیارے کے دیوتا کا نام ہے جس کی طرف اس دن کی نسبت کی گئی ہے۔ اسی طرح بدھ کو ''وینس ڈے'' سے موسوم کیا گیا ہے اور وینس دراصل عطارد سیارے کے دیوتا کا نام ہے جس کی طرف یہ دن منسوب ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ وینس دیوتا کے ایک بیٹے کا نام ہے جو رعد (گرج، کڑک) کا دیوتا تھا، اسے سیارہ مشتری کا دیوتا قرار دے کر اس کے نام سے جمعرات کو ''تھرس ڈے'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اور وینس دیوتا کی بیوی کا نام فرگ یا فریگا تھا جو زہرہ سیارے کی دیوی تھی اور اسی مناسبت سے جمعہ کو ''فرائی ڈے'' یعنی فرگ دیوی کا دن کہا جانے لگا، ہفتہ کو ''سیچر ڈے'' کہا جاتا ہے اور سیچر دراصل زحل سیارے کا نام ہے اور یہی اس کا دیوتا ہے، چنانچہ اسی سیارے کی طرف ہفتہ کا دن منسوب کر دیا گیا۔

اسی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی ہفتہ کے دنوں کو مختلف سیاروں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، مثلاً اہل ہند زہرہ سیارے کو ''شکر'' کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے جمعہ ''شکروار'' سے موسوم کیا جاتا ہے اور زحل کو سنیچر نام سے پکارتے ہیں اور اسی نسبت سے ہفتہ کو سنیچر وار سے پکارتے ہیں، اسی طرح انگریزی مہینوں کے نام بھی مختلف

سیاروں کی طرف منسوب کر کے رکھے گئے ہیں، مثلاً انگریزی مہینہ جنوری کہلاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ اہل مغرب کے معتقدات کے مطابق جینس نامی رومن دیوتا کی چونکہ یاد تازہ کرتا ہے لہٰذا اسی دیوتا کی طرف اس مہینے کو منسوب کر دیا گیا۔

مذکورہ بالا تقویموں میں ہفتہ وار دنوں کے نام چونکہ دیوی دیوتاؤں اور سیاروں، ستاروں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے شرک کا پہلو نمایاں کرتے تھے، اس لیے اسلام نے شرک کی بیخ کنی کرتے ہوئے ان دنوں کی نسبت کسی بھی مخلوق کی طرف کرنے کی بجائے محض عدد پر ان کی بنیاد رکھی تا کہ ان میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو، اسلامی تقویم کے مطابق ہفتہ وار دنوں کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ یوم الجمعه (جمعہ)

۲۔ یوم السبت (ہفتہ)

۳۔ یوم الأحد (اتوار)

۴۔ یوم الإثنین (سوموار)

۵۔ یوم الثلاثاء (منگل)

۶۔ یوم الأربعاء (بدھ)

۷۔ یوم الخمیس (جمعرات)

❀......❀......❀
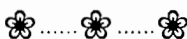
دست شناسی

جاہل اور وہمی قسم کے لوگوں میں دست شناسی (پامسٹری) کو غیب دانی اور مستقبل بینی کا ایک بہت بڑا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے، پیشہ ور دست شناس (پامسٹ) حضرات تو اسے ایک سائنٹیفک علم ثابت کرتے نہیں تھکتے، یہ لوگوں کے ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر ان کے ماضی اور اخلاق وکردار کے بارے میں یا ان کے مستقبل اور قسمت کے بارے میں غیبی معلومات کا دعویٰ کرتے ہیں اور مستقبل کے حوالے سے پیش گوئیاں بھی کرتے ہیں۔

پامسٹ حضرات کا کہنا ہے کہ انسان کے ایک ہاتھ کی لکیروں میں اس کے ماضی کا ریکارڈ ہوتا ہے، دوسرے میں مستقبل کا اور دونوں کو ملا کر دیکھنے سے اس کے سیرت وکردار کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی دست شناسی کے حوالے سے یہ بات درست ہے؟ اگر درست ہے تو کس بنیاد پر؟ اور بحیثیت مسلمان کیا ہمیں اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کے ثبوت کے لیے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل مانگیں؟

دست شناس تو قرآن وحدیث کے حوالے سے اپنے حق میں کوئی دلیل نہیں دیتے مگر جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان دست شناسوں کے مؤقف کے خلاف بے شمار دلائل ملتے ہیں، مثلاً قرآنِ مجید میں بارہا یہ کہا گیا کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں، تقدیر اور قسمت اللہ نے طے کر رکھی ہے اور اس کا علم بھی کسی کے پاس نہیں، لہٰذا اگر ہاتھوں کی لکیروں میں ماضی یا مستقبل کی کسی غیبی بات کا اشارہ ہوتا تو اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ جن پر دین مکمل کر دیا گیا، وہ ضرور اس بارے میں ہمیں کچھ نہ کچھ بتا دیتے، مگر آپ ﷺ نے اس کی تائید میں

امت کو کچھ نہیں بتایا بلکہ ایسے لوگوں کے پاس جانے ہی سے سخت منع فرمایا ہے۔

دست شناسوں کے دلائل:

جب دست شناسوں سے اس پہلو سے بات کی جاتی ہے تو ان کے پاس سوائے چند ٹوٹکوں کے کوئی معقول و مستند جواب نہیں ہوتا، دست شناس اپنے علم (پامسٹری) کے جواز میں جو دلائل دیتے ہیں وہ بنیادی طور پر دو ہی ہیں:

۱۔ ایک تو یہ کہ ان کے بقول دست شناسی مشاہداتی اور سائنسی علم ہے، جس طرح بہت سے سائنسی علوم بحیثیت علم اسلام آنے کے بعد معلوم ہوئے ہیں، اسی طرح یہ علم بھی بارہا مشاہدات کے بعد معلوم کیا گیا ہے اور اس کے سائنٹیفک ہونے کی دلیل وہ مشاہدات ہیں جو ہاتھوں کی لکیروں اور ان کے ابھاروں کی بنیاد پر بارہا کیے گئے اور (دست شناسوں کے بقول) بے شمار مرتبہ درست ثابت ہوئے ہیں۔

دست شناسی کو سائنٹیفک علم قرار دینے کی یہ دلیل اتنی کمزور ہے کہ خود بہت سے دست شناسوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا، دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ واقعتاً کوئی سائنسی علم ہوتا تو اس کے اصول وضوابط اور نتائج ہمیشہ ایک سے ہوتے اور سب دست شناس انہیں من وعن تسلیم کرتے، مگر دست شناسی کی دنیا میں ایسا نہیں ہے، دست شناسوں کے ہاں کئی مکتب فکر ہیں، ہر ایک کے اصول وضوابط دوسرے سے مختلف ہیں اور ظاہر ہے جب اصول وضوابط مختلف ہوں گے تو نتائج بھی مختلف ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ ایک دست شناس کے ہاں ایک لکیر اگر فرض کیا خوش قسمتی کی علامت ہے تو دوسرے کے ہاں وہی بدقسمتی کی علامت ثابت ہو رہی ہوتی ہے، اس کے باوجود اگر کوئی اسے سائنٹیفک علم قرار دینے پر مصر ہو تو اس کی سوچ پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ پامسٹری سے تعلق رکھنے والے حضرات اپنی حمایت میں دوسری دلیل یہ دیتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ہاتھوں پر جو خطوط اور لکیریں پیدا کی ہیں یہ بلا مقصد پیدا نہیں کی گئیں کیونکہ اللہ کا کوئی کام بھی بلا مقصد اور فضول نہیں ہوتا، پھر خود ہی ان لکیروں کا مقصد تجویز کرتے ہوئے پامسٹ حضرات کہتے ہیں کہ ان لکیروں کو اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ ان کے ذریعے ماضی، مستقبل اور قسمت وتقدیر کے بارے میں معلوم کرلیا جائے۔

دست شناس حضرات کے اس استدلال سے یہاں ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہاتھوں کے خطوط اور اُبھار انسانی قسمت کے رموز واشارات ہیں تو جسم کے دیگر حصوں پر موجود خطوط اور لکیروں سے یہ کام کیوں نہیں لیا جاتا؟ مثلاً پاؤں پر بھی خطوط ہیں، دست شناس ان سے کیوں نہیں کام لیتے؟ کیا دست شناسوں کے نزدیک پاؤں کے خطوط، لکیریں اور اُبھار اللہ تعالیٰ نے بلا مقصد پیدا کیے ہیں؟

کوئی پتہ نہیں کہ یہ بے وقوف آئندہ زمانے میں ماہر دست شناس کی جگہ ماہر قدم شناس اور ہاتھ بولتے ہیں کہ جگہ پاؤں بولتے ہیں کہ بورڈ بھی آویزاں کرلیں اور جس طرح انہوں نے دست شناسی میں تخمینے اور اندازے قائم کررکھے ہیں اسی طرح قدم شناسی کے نام سے پاؤں کے خطوط اور لکیروں کو بھی انسانی قسمت کا رازداں قرار دینا شروع کردیں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی چیز کو بلا مقصد پیدا نہیں کیا، یہ الگ بات ہے کہ بعض چیزوں کی حکمتیں اور مقاصد ہمیں معلوم کروا دیئے ہیں اور بعض ہم سے مخفی رکھے گئے ہیں، ہاتھوں کی لکیریں اور خطوط بھی انہی امور سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے، البتہ اگر غور کیا جائے تو ان کی کئی ایک فیزی کلی حکمتیں معلوم ہوتی ہیں، مثلاً ہاتھ سے جس طرح کے کام لیے جاتے ہیں، ان میں اسے بار بار کھولنا اور بند کرنا پڑتا ہے اور ہاتھوں کی لکیریں اس مقصد کے لیے

کار آمد ثابت ہوتی ہیں۔

دست شناسی جھوٹ، فریب اور کبیرہ گناہ:

گزشتہ نصف صدی میں دست شناسی کے حوالے سے بے شمار کتابیں مارکیٹ میں آئی ہیں، جن میں ہاتھوں کی لکیروں اور اُبھاروں کے ساتھ مال و دولت، مرض وصحت، فرحت و مسرت، شادی وطلاق، خوش بختی و بدبختی وغیرہ جیسے غیبی اور تقدیر سے متعلقہ معاملات کو اپنے زعم باطل میں قطعی طور پر مربوط کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور نشاندہی کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ فلاں فلاں خطوط اور اُبھار فلاں فلاں معاملات کے لیے یقینی اور حتمی علامتوں کا کردار ادا کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ سب جھوٹ اور فریب ہے اور ایک لحاظ سے کبیرہ گناہ بھی، اس کے جھوٹا ہونے کے لیے ہمارے پاس تین طرح کے دلائل ہیں جو ذیل میں بالترتیب پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ پہلی دلیل:

اگر انسانی ہاتھ کی لکیروں، خطوط اور اُبھاروں میں ہی انسانی قسمت اور تقدیر مخفی ہوتی تو اسلامی شریعت اس کی طرف ضرور ہماری رہنمائی کرتی، لیکن پورے قرآنِ مجید اور مکمل ذخیرہ احادیث میں ایسی کوئی ایک آیت یا حدیث دکھائی نہیں دیتی جس میں دست شناسی کے حصول کی رغبت یا اس کے فائدے کی طرف کوئی اشارہ ہی ملتا ہو، رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، محدثین و مفسرین کرام میں سے کسی ایک شخصیت کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے کسی کا ہاتھ دیکھ کر یا اپنا ہاتھ دکھا کر کسی غیبی معاملے تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہو، اس لیے اگر دست شناسی واقعی کوئی شرعی اور مستند علم ہوتا تو کم از کم نبیوں کے سردار پیغمبر جناب محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اس سے ہرگز محروم نہ رکھا جاتا۔

۲۔ دوسری دلیل:

دست شناسی کوئی مشاہداتی ، تجرباتی یا سائنسی علم بھی ہرگز نہیں کیونکہ مشاہداتی علم وہ ہوتا ہے جس میں ہر بار مشاہدہ وتجربہ ایک ہی نتیجہ پیدا کرتا ہے حتی کہ اگر ایک جیسی خاصیات کی حامل مختلف چیزوں کے بارے میں سو تجربات کیے جائیں اوران میں سے ایک بھی اپنے اصولوں اور نتیجوں سے ہٹ جائے تو اسے سائنسی علم قرار نہیں دیا جاتا۔

اس لحاظ سے اگر جائزہ لیا جائے تو دست شناسوں کی تضاد بیانیاں ہی یہ واضح کر دیتی ہیں کہ ان کا علم محض اندازوں اور تخمینوں پر مبنی ہے اور اس میں دو جمع دو، برابر چار والی کوئی بات نہیں، پامسٹ حضرات کے پاس جانے اور پامسٹری سے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکارا کی جاسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ نہ تو کسی پامسٹ کا بیان سو فیصد دوسرے پامسٹ سے ملتا ہے اور نہ ہی پامسٹری پر لکھنے والے کسی ایک مصنف کی باتیں دوسرے سے میل کھاتی ہیں بلکہ بہت سی باتیں تو واضح طور پر متضاد اور متناقض ہوتی ہیں، اس سلسلہ میں ایک مثال ملاحظہ ہو:

چوکور ہاتھ کے بارے میں ایک دست شناس صاحب رقمطراز ہیں:

''یہ ہاتھ ایک موجد اور مشین ایجاد کرنے والے کے ہاتھ ہوتے ہیں، سائنس اور انجینئرنگ ان کا شعبہ ہوتا ہے اور وہ سفر اور سرگرمی کو پسند کرتے ہیں، ان کی زندگی میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور وہ عام طور پر مستقل دوست نہیں بناتے لیکن ان کی محبت دلچسپی کا باعث ہوا کرتی ہے اس ہاتھ والی عورتیں ہمیشہ سرگرم رہتی ہیں۔'' (ہاتھ کی لکیریں ،از معظم جاوید،ص:۳۱)

جب کہ ایک دوسرے صاحب اسی قسم کے ہاتھ کے بارے میں یوں غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں:

''ایک چوکور ہاتھ کا مالک جنسی زندگی میں یکسانیت پسند ہوگا، ہر روز بار بار ایک

ہی وقت، ایک ہی طریقہ کا اصول اس کے ہاں کارفرما ملتا ہے، یہ شخص حجت میں مستحکم ہوتا ہے، ناجائز تعلقات قائم نہیں کرتا، اگر کسی عورت کے شوہر کا ہاتھ چوکور ہو تو اسے چاہیے کہ وہ وقت پر کھانا دینا اور ایک تنظیم اور ضابطہ اپنا لے اور اسے کسی معاملے میں انتظار نہ کرائے۔'' (پامسٹری، از اے، ایس صدیقی، ص: ۱۱۹)

ایک ہی قسم کے ہاتھ کے بارے میں ان دونوں دست شناسوں کے بیانات کو بار بار پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ ایک ہی نگاہ ڈالنے سے ان دونوں بیانات میں تناقض ظاہر ہو جائے گا کہ پہلے دست شناس کے بقول ایسے شخص کی زندگی میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور وہ عام طور پر مستقل دوست نہیں بناتا جب کہ دوسرے غیب دان کے بقول ایسا شخص اپنے اصول وضوابط میں پکا اور دوٹوک ہوتا ہے یعنی کسی تبدیلی کو پسند نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کی بیوی کو بھی نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ اس کے نظم وضبط کو ڈسٹرب نہ کرے۔

اب بتائیے یہ تضاد اور تناقض نہیں تو تضاد اور تناقض کس بلا کا نام ہے؟

اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے کہ دست شناسی جھوٹ اور تکے بازی کا مرکب ہے، آپ ملک کے چند بڑے دست شناس حضرات کے پاس یکے بعد دیگرے حاضر ہوں اور اپنا ہاتھ دکھا کر معلومات حاصل کریں، راقم دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ ایک طرف تو ان غیب دانوں کی اکثر وبیشتر باتیں اور پیش گوئیاں تقریبًا جھوٹی ہی نکلیں گی اور دوسری طرف ان میں سے کسی ایک ماہر دست شناس کا بیان بھی دوسرے دست شناس سے من وعن مطابقت نہیں رکھتا ہوگا۔

بدشگونی

عربی زبان میں بدشگونی کے لیے لفظ تَطَیُّر استعمال ہوتا ہے۔ یہ طَیر (ط ی ر) سے مشتق ہے اور طَیْرًا (یعنی مصدر، از طَیَرَ بروزن ضرب) کا معنی ہے پرندے کا اڑنا۔ (لسان العرب)

اہل عرب دورِ جاہلیت میں پرندوں کے دائیں یا بائیں جانب اڑنے پر اپنے سفر وغیرہ کا انحصار کیا کرتے تھے یعنی اگر گھر سے بوقت روانگی یہ دیکھتے کہ اچانک کوئی پرندہ دائیں جانب کو اڑا ہے تو وہ اسے اپنے سفر کے لیے مبارک سمجھتے اور اس سے نیک شگون لیتے، لیکن اگر اس کے برعکس پرندہ بائیں جانب اڑتا ہوا دیکھ لیتے تو اس سے برا شگون لیتے اور اس روز سفر ترک کر دیتے، اگرچہ یہ توہم پرست اہل عرب اس دور میں دیگر بہت سی چیزوں سے بھی شگون لیتے تھے مگر ان کا شگون زیادہ تر پرندوں پر موقوف تھا، اس لیے پرندوں کی مناسبت سے اس طرح کے شگون کے لیے لفظ تَطَیُّر مستعمل ہو گیا۔

دورِ جاہلیت میں بدشگونی کی مختلف صورتیں:

اہل علم نے دورِ جاہلیت میں مروجہ اہل عرب کی بدشگونی کی بہت سی صورتیں ذکر کی ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ پرندوں کے دائیں جانب اڑنے سے اچھا شگون اور بائیں جانب اڑنے سے برا شگون لیا جاتا تھا، اس مقصد کے لیے بسا اوقات کنکر مار کر کسی پرندے کو اڑا کر دیکھا جاتا کہ یہ دائیں جانب پرواز کرتا ہے یا بائیں جانب تاکہ حسبِ شگون عمل کیا جا سکے۔

۲۔ پرندوں کے علاوہ بعض مخصوص جانوروں سے بھی شگون لیا جاتا مثلاً ہرن اگر

دائیں جانب بھاگتا تو اسے اپنے سفر کے لیے اچھا سمجھتے اور اگر بائیں جانب بھاگتا تو اس سے برا شگون لیتے۔

۳۔ بعض لوگ مخصوص جانوروں اور پرندوں کی بولیوں سے برا شگون لیا کرتے جن میں کوا، اُلو، فاختہ، کتا اور شیر وغیرہ نمایاں تھے۔

۴۔ بعض لوگ مختلف چیزوں کو منحوس سمجھتے اور ان سے اجتناب کرتے مثلاً ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے اور اس مہینے میں سفر نہ کرنے کا شگون لیتے۔

۵۔ بعض لوگ مخصوص دنوں، تاریخوں، جانوروں، سواریوں، مکانوں، جگہوں، انسانوں، قبیلوں اور عورتوں کو منحوس سمجھ کر بدشگونی لیتے۔

۶۔ بعض مخصوص پیشوں اور ہنروں کو منحوس سمجھ کر برا شگون لیتے اور اس پیشہ سے متعلقہ افراد سے ملاقات کو برا خیال کرتے۔

۷۔ بعض نام اور الفاظ بھی ان کے ہاں برے سمجھے جاتے اور انہیں کسی موقع پر اچانک سن لینے پر وہ برا شگون لیتے مثلاً اگر لفظ سَوْسَنَة (یہ سَوْس سے ہے جس کا معنی ہے اُون یا لکڑی کھانے والا کیڑا) سنتے تو اس سے یہ برا شگون لیتے کہ سُوْءٌ يَبْقٰى سَنَةً یعنی اب ایک سال تک مصائب کا شکار رہیں گے، اسی طرح لفظ یاسمین (چنبیلی) سنتے تو اس سے یاس (یعنی نا اُمیدی) اور مین (یعنی جھوٹ) کا شگون لیتے۔

۸۔ کسی اندھے، بھینگے، مریض اور مفلوج وغیرہ کو دیکھ کر بھی برا شگون لیتے۔

۹۔ بعض پھلوں، درختوں، پتھروں اور نگینوں وغیرہ سے بھی شگون لیا جاتا تھا۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب الحیوان، للجاحظ، ج:۷، ص: ۱۵۰)

دورِ جاہلیت میں شگون اور فال باقاعدہ پیشہ تھا:

﴿وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ﴾. [المائدة:۳]

''(نیز ہر وہ چیز بھی حرام ہے) جس میں فال کے تیروں سے تم اپنی قسمت معلوم

کرو، یہ سب گناہ کے کام ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

"ازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن سے وہ لوگ اپنے کاموں میں فال نکالتے تھے اور اپنی قسمت کا حال معلوم کیا کرتے تھے۔" (بخاری: کتاب التفسیر، باب قوله: انما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ابن جریر کا کہنا ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ تیروں کے ساتھ فال گیری کیا کرتے تھے اور یہ تین طرح کے تیر ہوتے تھے جن میں ایک پر اِفْعَلْ "کرلو۔" لکھا ہوتا، دوسرے پر لَا تَفْعَلْ "یہ کام نہ کرو۔" لکھا ہوتا اور تیسرے پر کچھ نہ لکھا ہوتا۔

فرا کے بقول ایک پر أَمَرَنِيْ رَبِّيْ "یعنی میرے رب نے مجھے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے۔" لکھا ہوتا، دوسرے پر نَهَانِيْ رَبِّيْ "یعنی میرے رب نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے۔" لکھا ہوتا اور تیسرا خالی ہوتا، جب کسی کو اہم کام درپیش ہوتا تو وہ فال گیری کرتا۔ اگر پہلی قسم کا تیر نکلتا تو مطلوبہ کام کیا جاتا، دوسری قسم کا تیر نکلتا تو مطلوبہ کام چھوڑ دیا جاتا اور اگر تیسری قسم کا تیر نکلتا تو پھر دوبارہ تیر نکالا جاتا۔" (فتح الباری)

دورِ حاضر میں بدشگونی کی مختلف صورتیں:

وہ تمام صورتیں جو دورِ جاہلیت میں توہم پرستی کی بنیاد پر لوگوں میں پائی جاتی تھیں اور اسلام نے انہیں باطل قرار دے کر ان کی بیخ کنی فرما دی تھی، وہ آہستہ آہستہ پھر مسلمانوں میں لوٹ آئی ہیں، اگرچہ اس کی بعض شکلیں قدرے مختلف ہیں، لیکن اصلیت کے اعتبار سے بدشگونی کی جدید وقدیم صورتوں میں قدرے اشتراک

بہر حال موجود ہے، اس کی بہت سی مثالیں ذکر کی جاسکتی ہیں مگر از راہِ اختصار چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں تا کہ اندازہ ہو سکے کہ ضعیف العقیدہ لوگ کس طرح بدشگونی لیتے ہیں:

۱۔ اکثر لوگ گھر کی منڈیر (دیوار) پر کوّے کے بولنے سے کسی مہمان کے آنے کا شگون لیتے ہیں۔

۲۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس کو جھاڑو کے ساتھ مارا جائے، اس کا جسم سوکھ جاتا ہے۔

۳۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شام کے وقت اگر کوئی مرغا اذان دے تو اسے ذبح کرلو کیونکہ یہ اچھی چیز کی علامت نہیں ہے۔

۴۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ کی ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ودولت ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے یا جوتے پر جوتا چڑھنے سے سفر درپیش ہوتا ہے۔

۵۔ بعض لوگ صبح کے وقت کسی خاص چیز، جگہ یا خاص جانور کا نام لینا منحوس اور برا سمجھتے ہیں۔

۶۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت، دکھ یا تکلیف پیش آئے گی اور اگر اس کے برعکس مرد وزن کی دوسری آنکھ پھڑکے تو یہ کسی خوشی کی علامت ہے۔

۷۔ بعض لوگ مخصوص سالوں، مہینوں اور مخصوص دنوں کو منحوس سمجھتے ہوئے بدشگونی لیتے ہیں۔

۸۔ بعض لوگ کسی خاص عدد سے برا اور اس کے برعکس کسی اور خاص عدد سے اچھا شگون لیتے ہیں۔

۹۔ دیہاتوں میں بعض عورتیں چکی کا قبضہ ہاتھ سے چھوٹنے پر مہمان کے آنے کا شگون لیتی ہیں۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی ایسی چیزیں، صورتیں اور حالتیں ہیں جن سے مہذب وغیر مہذب، جاہل وعالم، دیہاتی وشہری مختلف قسم کے لوگ مختلف قسم کا شگون لیتے ہیں، حالانکہ اچھائی اور برائی، خوشی اور غمی، آسانی اور تنگی وغیرہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، کوئی چیز بذاتِ خود ان خواص کی حامل نہیں ہوتی، لہٰذا کسی چیز کو تقدیر کے معاملات میں دخیل سمجھنا جہالت ہی نہیں بلکہ بسا اوقات یہ عمل کفر وشرک کی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے اور کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ تقدیر پر ایمان لانے کے باوجود ایسی توہمانہ باتوں کا شکار ہو۔

بدشگونی حرام ہے:

اسلامی تعلیمات کے مطابق بدشگونی کی تمام صورتیں غلط ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں، کسی چیز سے برا یا اچھا شگون لینے سے قرآن وسنت میں صاف ممانعت کی گئی ہے۔

قرآنی دلائل:

۱۔ ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○﴾. [الأعراف: ۱۳۰، ۱۳۱]

''اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں، تاکہ وہ نصیحت قبول کریں، پس ان پر جب خوشحالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہیے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔ یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

مذکورہ آیت میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آلِ فرعون کو اگر بھلائی، اچھائی اور دنیاوی فوائد حاصل ہوتے تو وہ کہتے کہ یہ ہماری محنت کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں یا یہ کہ یہ ہمارا حق تھا لیکن اگر اس کے برعکس دنیاوی نقصانات کا سامنا ہوتا تو فوراً کہہ دیتے کہ یہ سب اس شخص (یعنی موسیٰ علیہ السلام) کی وجہ سے ہوا ہے، گویا وہ موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) منحوس خیال کرتے تھے اور آپ کی موجودگی سے بدشگونی لیتے، جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح تمام اچھائیاں اللہ کی طرف سے حاصل ہوتی ہیں، اسی طرح نقصان بھی اسی کے حکم سے ہوتا ہے یعنی خیر وشر کے تمام اسباب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔

۲۔ ﴿وَكُلَّ اِنسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ﴾. [بنی اسرائیل: ۱۳]

''ہم نے ہر شخص کا پروانۂ خیر وشر اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسانی قسمت کی اچھائی اور برائی اللہ کی طرف سے طے کردہ ہے، برائی کو کسی چیز کی نحوست کا اثر قرار دینا غلط ہے۔

۳۔ ﴿قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ o وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ o قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ o قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾. [یٰسٓ: ۱۶ تا ۱۹]

''ان (رسولوں) نے کہا کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر (رب کا پیغام) پہنچا دینا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی، ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے، کیا

اسی کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جائے! بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔''

جس طرح قومِ فرعون نے اپنی بد حالی، قحط سالی اور دیگر نقصانات کا ذمہ دار موسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا اور ان کی موجودگی سے براشگون لیا، اسی طرح دیگر بہت سے رسولوں اور نبیوں کی قوموں نے بھی اپنے پیغمبروں سے براشگون لیا جیسا کہ مندرجہ بالا آیات سے واضح ہے اور اسی طرح قومِ ثمود نے صالح علیہ السلام کے بارے میں کہا۔

٤۔ ﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طَائِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾. [النمل: ٤٧]

''وہ کہنے لگے کہ ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں۔ آپ (صالح علیہ السلام) نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے ہاں ہے بلکہ تم فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو۔''

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں منافقین کی بھی یہی روش تھی جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

٥۔ ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾. [النساء: ٧٨]

''اور اگر نہیں کوئی بھلائی ملتی تو کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے کہ یہ تیری طرف سے ہے، انہیں کہہ دو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء ورسل جیسی برگزیدہ ہستیوں کو کفار ومنافقین ہمیشہ منحوس خیال کرتے ہوئے ان کے وجود پاک سے براشگون لیتے اور اس زعم باطل میں وہ اپنے نبیوں کو قتل کرنے کے درپے بھی ہوئے، حالانکہ انبیاء ورسل اپنی

قوموں کو بت پرستی، کفر وشرک اور تمام اخلاقی برائیوں سے منع کیا کرتے تھے جب کہ ان کی قومیں اپنی عادات سے تائب ہونے کے لیے تیار نہ تھیں اور الٹا ان پاک باز ہستیوں کے بارے میں گستاخانہ باتیں کرتی تھیں۔

بالخصوص جب وہ کسی آسمانی یا زمینی آفت وحادثہ کا شکار ہوتے تو اسے اپنے کفریہ وشرکیہ اعمال کا نتیجہ قرار دینے کی بجائے ان نیک ہستیوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے کہ تمہاری اس بت پرستی کے خلاف دعوت وتبلیغ کی وجہ سے ہمارے بت اور دیوتا ناراض ہو گئے ہیں اور ہمیں شر کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ یہی بات بیان کی کہ خیر وشر کا تعلق تقدیر سے ہے اور جو لوگ انبیاء کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں، بھلائی اور کامیابی انہی کا مقدر ہے جب کہ اس کے برعکس کفر وشرک کے مرتکب دنیا وآخرت میں نقصان ہی اٹھائیں گے۔

احادیث سے دلائل:

درج ذیل احادیث میں واضح طور پر بدشگونی کی مذمت کی گئی ہے:

۱۔ ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الطِّيَرَةُ شِرْكٌ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ ثَلَاثًا وَمَا مِنَّا إِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ)). [ابو داود: كتاب الطب، باب فی الطيرة، رقم: ۳۹۱۰]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے (پھر فرمایا) اور ہم میں سے ہر شخص کے دل میں برا شگون پیدا ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے دور فرما دیتے ہیں۔''

۲۔ ((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ)). [بخاری: کتاب الطب، باب الجذام، رقم: ٥٧٠٧]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متعدی بیماری، بدشگونی، اُلو اور صفر (دوسرے اسلامی مہینے) کی نحوست کا تصور غلط ہے۔''

اس حدیث میں بیماری کے متعدی ہونے (یعنی ایک سے دوسرے کو لگنے) کی بظاہر نفی کی گئی ہے، جب کہ بعض روایات سے متعدی بیماری کے وجود کا ثبوت بھی ملتا ہے، اس لیے یہاں یہ بات یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی نفی فرمائی وہ اہل عرب کا یہ تصور تھا کہ بیماریاں بذاتِ خود ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں حالانکہ کوئی بیماری اللہ کے حکم و مرضی کے بغیر کسی دوسرے کو نہیں لگ سکتی، اسی چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں سے بیان کیا کہ لا عدوی...... گویا آپ کی مراد یہی تھی کہ کوئی بھی بیماری خواہ اس میں کتنے ہی متعدیانہ اثرات کیوں نہ ہوں اس وقت تک کسی کو نہیں لگ سکتی جب تک کہ اللہ کی مرضی نہ ہو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کے متعدیانہ اثرات سے انکار نہیں کیا، نیز دیگر روایات سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیماریوں کے متعدیانہ اثرات سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اس حدیث میں دوسری چیز ''الھامة'' ہے اس کا ترجمہ بعض اہل علم نے پرندہ اور بعض نے خاص اُلو مراد لیا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ اہل عرب کے ہاں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ اگر کسی مقتول کے قاتل سے بدلہ نہ لیا جائے تو مقتول کی لاش، یا روح، یا ہڈیاں پرندے یا اُلو کی شکل اختیار کر کے چیخ و پکار کرتی رہتی ہے اور یہ چیخ و پکار مقتول کے ورثاء کے لیے پریشانی اور بے چینی کا باعث بن جاتی ہے مگر جب قاتل سے بدلہ لے لیا جائے تو پھر یہ پرندہ خود بخود غائب ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جاہلیت کے اس تصور کی بھی نفی فرمائی۔

اسی طرح اس حدیث میں ''صفر'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس سے اہل جاہلیت پیٹ کی کوئی بیماری مراد لیتے تھے، جس کے بارے میں ان کا تصور یہ تھا کہ یہ کسی کیڑے سے پیدا ہوتی ہے اور انسان کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے، نیز وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ دیگر بیماروں سے زیادہ متعدی اثرات رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس تصور کی نفی فرمائی کہ نہ ایسی کوئی بیماری ہے اور نہ اس کے لیے ایسے متعدی اثرات، نیز زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

جب کہ بعض اہل علم نے صفر سے دوسرا اسلامی مہینہ مراد لیا ہے اور حدیث کی یہ وضاحت کی ہے کہ جاہلیت میں لوگ صفر کے بارے میں عجیب وغریب تصورات رکھتے تھے، محرم کے مہینے کو تو مقدس سمجھتے اور قتل وغارت وغیرہ سے اجتناب کرتے لیکن اگر محرم کے مہینے میں کوئی ایسی حرکت کرنا پڑ جاتی تو پھر اسے صفر تصور کر کے اپنا مقصد پورا کر لیتے اور صفر کا مہینہ شروع ہوتا تو اسے محرم تصور کر لیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس تصور کی بھی نفی فرمائی۔

۳۔ ((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهٗ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهٗ وَسَحَرَ، أَوْ سُحِرَ لَهٗ وَمَنْ أَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)). [مسند البزار، رقم: ۳۰۴۳]

''عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بد فالی لے یا اس کے لیے بد فالی لی جائے یا جو کاہن بنے یا جس کے لیے کہانت کا عمل کیا جائے یا جو جادو کرے یا جادو کروائے اور جو شخص کسی عامل کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس

نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔''

٤ - ((عَنْ قَبِيْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْعِيَافَةُ وَالطِّيَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ)). [ابوداود، كتاب الطب، باب في الخط وزجر الطير، رقم: ٣٩٠٧]

''قبیصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا کہ علم رمل اور پرندوں کو اڑا کر یا کسی اور چیز سے بدشگونی لینا ''جبت'' ہے۔''

جبت میں کفر وشرک، بت پرستی اور جادو وغیرہ تمام مفہوم پائے جاتے ہیں، گویا آپ ﷺ نے جبت کہہ کران تمام چیزوں کی مذمت فرمائی ہے۔

٥ - ((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ)). [بخاري: كتاب الطب، باب الطيرة، رقم: ٥٧٥٣]

''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امراض میں چھوت چھات کی اور بدشگونی کی کوئی اصل نہیں۔''

٦ - ((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ قَالُوْا وَمَا الْفَالُ قَالَ كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ)). [بخاري: كتاب الطب، باب الطيرة، رقم: ٥٧٧٦]

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چھوت لگنا کوئی چیز نہیں اور بدشگونی (کی کوئی حقیقت) نہیں ہے، البتہ نیک فال مجھے پسند ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نیک فال کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات منہ سے نکالنا یا کسی سے اچھی بات سن لینا۔''

٧ - ((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا غُوْلَ)). [مسلم: کتاب السلام، باب لا عدوی ولا طیرة، رقم: ۲۲۲۲]

''جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متعدی بیماری اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور جن بھوت بھی (اللہ کی مرضی کے بغیر) کچھ نہیں کر سکتے۔''

۸۔ ((عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ: لَا هَامَةَ وَلَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَإِنْ تَكُنِ الطِّیَرَةُ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ)). [ابو داود: کتاب الطب، باب فی الطیرة، رقم: ۳۹۲۱]

''سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اُلو، متعدی بیماری اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور اگر کسی چیز سے برا شگون لیا جاتا تو وہ گھوڑا، گھر اور عورت ہوتی۔''

۹۔ ((عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أُمُوْرًا كُنَّا نَصْنَعُهٗ فِی الْجَاهِلِیَّةِ كُنَّا نَأْتِی الْكُهَّانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ قُلْتُ كُنَّا نَتَطَیَّرُ قَالَ: ذَاكَ شَیْءٌ یَّجِدُهٗ أَحَدُكُمْ فِیْ نَفْسِهٖ فَلَا یَصُدَّنَّكُمْ)).

[مسلم: کتاب السلام، باب تحریم الکهانة، رقم: ۵۳۳۔۱۲۱]

''معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! دورِ جاہلیت میں ہم کئی کام کیا کرتے تھے (جن میں سے ایک یہ تھا) ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو، یہی صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: ہم بد فالی بھی لیا کرتے تھے، تو

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جو تم میں سے کسی شخص کے دل میں پیدا ہوتی ہے (اور اس سے بڑھ کر اس کا کوئی کام نہیں) لہٰذا یہ (بدفالی وبدشگونی) تمہارے کاموں میں رُکاوٹ نہ بنے۔''

۱۰۔ ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهٖ فَقَدْ أَشْرَكَ قَالُوْا فَمَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: أَنْ تَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ)). [السلسلة الصحيحة، رقم: ١٠٦٥]

''عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو برے خیال (یعنی بدشگونی) نے اس کے کام سے روک دیا تو اس نے شرک کیا، لوگوں نے کہا کہ پھر اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

''اے اللہ! تیرے شگون کے سوا کوئی شگون نہیں، تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اگر دل میں کوئی برا شگون پیدا ہو تو مذکورہ دعا پڑھ لینی چاہیے، علاوہ ازیں بعض روایات کے مطابق ایسی صورت میں درج ذیل دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ)). [ابوداود، کتاب الطب، رقم: ٣٩١٩]

''اے اللہ! تیرے سوا کوئی بھلائی نہیں لاتا اور تیرے سوا کوئی برائی دور نہیں کر سکتا اور تیری مدد کے بغیر ہمیں نہ بھلائی کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی ہمت ہے۔''

بدشگونی کے خلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وعلمائے عظام کے چند واقعات:

۱۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک پرندہ چیختا ہوا گزرا تو لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا خیر خیر (یعنی اس پرندے سے اچھائی کا شگون لیا) تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(مَا عِنْدَ هٰذَا لَا خَيْرَ وَلَا شَرٌّ). [تفسیر قرطبی، ج:۷، ص: ۲۳۵]

''اس پرندے کا خیر وشر سے کوئی واسطہ نہیں۔''

۲۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب انہوں نے خوارج کے خلاف لڑائی کا پروگرام بنایا تو ایک نجومی آ کر کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! چاند عقرب میں ہے، لہٰذا آپ کے لیے اس وقت اپنے ساتھیوں کو لے کر لڑائی کے لیے نکلنا مناسب نہیں، علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں تو اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے سفر کروں گا تاکہ تیری تکذیب ہو، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے لڑائی کے لیے کوچ فرمایا اور اس لڑائی میں اکثر وبیشتر خارجی مارے گئے اور آپ کو فتح نصیب ہوئی، علی رضی اللہ عنہ کو اس کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی کیونکہ اس لڑائی کے بارے میں حضور رضی اللہ عنہ کی ایک پیش گوئی بھی موجود تھی جو پوری ہوئی۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، ج: ۱۸، ص: ۱۰۹)

۳۔ ابن عبدالحکم فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مدینہ سے سفر کے لیے نکلے جب کہ چاند عقرب میں تھا تو میں نے اس سے برا شگون لیتے ہوئے ان کے اس سفر پر اس وقت روانگی کو ناپسند کرتے ہوئے کہا کہ آج رات چاند کیسی خوبصورتی سے چمک رہا ہے، عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے چاند کی طرف دیکھا اور (میرا مقصد بھانپ کر) فرمانے لگے کہ اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ چاند عقرب میں ہے اور مجھے اس وقت [illegible] نہیں نکلنا چاہیے، لیکن سنو

(إِنَّا لَا نَخْرُجُ بِشَمْسٍ وَّلَا بِقَمَرٍ وَّلٰكِنَّا نَخْرُجُ بِاللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ). [ابجد العلوم، ج:۲، ص:۳۶۸]

''ہم شمس وقمر پر بھروسہ اور اعتماد کر کے سفر نہیں کرتے بلکہ ہم تو اللہ وحدہ لا شریک ذوالجلال والاکرام پر توکل کر کے نکلتے ہیں۔''

❀......❀......❀

فال نامے

فٹ پاتھ پر بیٹھے سارے جہان کی خاک پھانکنے والے، دو کوڑی کے محتاج احمق عامل کے پاس بیٹھ کر کسی کاغذ پر آنکھیں بند کر کے انگلی پھیرنا اور ہاں یا ناں میں اپنے مقصد کا حل تلاش کرنا اور غیب جاننے کی کوشش کرنا حماقت و بے وقوفی والے کام اور فال نامے کے ذریعے مستقبل کی خبریں معلوم کرنا یہ سب کام حرام و ناجائز ہیں۔

اس عمل (فالنامہ) کا تعلق عقیدے سے ہے کہ انسان اپنی اچھی یا بری نا معلوم تقدیر کی بجائے ان نجومیوں، کاہنوں اور عاملوں کی فالوں پر یقین کر لیتا ہے اور ناپسندیدہ فال نکلنے پر اپنی قسمت کا ماتم کرتا ہے اور نا اُمید ہو کر بیٹھ جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، فالنامے کی ''ہاں'' یا ''نہ'' وغیرہ کی کوئی اٹل حقیقت نہیں بلکہ ہر شخص کی تقدیر ہی اٹل ہے، خواہ کوئی فال جیسا خیالی عمل ہو یا کوئی واقعی زبردست قوت، اللہ کے نزدیک یہ سب ہیچ ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو تقدیر کو ایمانیات میں داخل کرنے کی وجہ ہی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر مسلمان میں عقیدے کی پختگی پیدا ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا﴾. [الحدید: ٢٢]

''تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے یا زمین پر جو آفت آتی ہے ہم اسے پیدا کرنے سے پہلے ہی تقدیر میں لکھ چکے ہیں۔''

دوسری بات یہ ہے کہ ناپسندیدہ فال نکلنے پر انسان نا اُمید ہو کر محنت اور تگ و دو چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہونا مسلمان کا کام نہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَايْئَسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يَيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ﴾. [یوسف: ۸۷]

''اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ کی رحمت سے نا اُمید وہی لوگ ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔''

دورِ حاضر میں فال نکالنے والوں کا پیشہ جاہل عوام میں خاصا مقبول ہے، شہروں میں جگہ جگہ مختلف نجومیوں، دست شناسوں، کاہنوں اور عاملوں کے بڑے بڑے بورڈ آویزاں ہوتے ہیں جن پر ناممکن کو ممکن بنانے کے بلند بانگ دعوے درج ہوتے ہیں، مثلاً محبوب آپ کے قدموں میں، جو چاہو سو پوچھو، دشمنوں سے تحفظ، ہر تمنا پوری ہوگی، کالے علم کی کاٹ پلٹ کے ماہر، وغیرہ۔

اسی طرح ان لوگوں کے پاس تربیت یافتہ طوطے بھی ہوتے ہیں جن کے ذریعے لفافے اٹھوا کر کھولے جاتے ہیں اور جاہلوں کو ان کی قسمت کا حال بتایا جاتا ہے، اسی طرح ان میں سے بعض نے چاک اور سلیٹ بھی رکھی ہوتی ہے جس پر مختلف خانوں میں حروفِ تہجی ابجد لکھے ہوتے ہیں اور گاہک سے آنکھیں بند کروا کر اس کی انگلی پر گھما کر کسی ایک حرف پر اچانک رکوا دی جاتی ہے اور پھر ان حروف کے اپنی طرف سے لکھے ہوئے خود ساختہ نتائج میں سے کوئی نتیجہ سنا کر چلتا کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اس موضوع کی بہت سی کتابیں بھی مارکیٹ کی زینت بنی ہوئی ہیں، ان پر ایسے ہی چھوٹے اور خود ساختہ فال نامے درج ہوتے ہیں کہ سائل ایک ہی مرتبہ ایسی کتاب خرید کر رکھ لے پھر ساری زندگی ہر کام سے پہلے اس میں موجود جعلی فال ناموں سے مشورہ کرتا رہے، حالانکہ ان کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی ان سے غیبی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

❀......❀......❀

جنات قابو کرنے کی حقیقت

جو لوگ جنات قابو کرنے کے دعوے کرتے ہیں، ان کے دعووں کی کیا حقیقت ہے، انسان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ جنات قابو میں کر لے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جنات خود عاملوں، جادوگروں کو اپنے قابو میں کیے ہوتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اصل حکم جنات کا چل رہا ہوتا ہے، چنانچہ جادوگر اور عامل لوگ جنات کی خوشنودی کے لیے ان کے ہر حکم کی تعمیل کر رہے ہوتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ عامل حضرات اپنے گاہکوں سے کبھی اُلو وغیرہ کے خون کا مطالبہ کریں گے، کبھی بکرے کی سری کا، کبھی مردوں کی کھوپڑیوں کا اور کبھی کسی اور چیز کا، ایسا نہیں کہ ان چیزوں میں کوئی خاصیت ہے بلکہ یہ سب جنات کے حکم سے ہوتا ہے، ان عاملوں کا کام اپنے جنات کو بس راضی کرنا ہی ہوتا ہے۔

بعض جھوٹے عاملوں کو آپ یہ دعویٰ کرتے ہوئے بھی سنیں گے کہ ہم نے جن بوتل میں قید کر رکھے ہیں، حالانکہ ایسا ممکن نہیں، اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ کتنے عرصہ سے تم نے جن کو قید کر رکھا ہے اور اتنے عرصے سے اس کی بھاری بھرکم خوراک کہاں سے پوری کر رہے ہو اور کس طرح وہ بوتل میں بغیر کھائے پیئے زندہ ہے تو اس کے جوابات سے آپ خود معلوم کر لیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ وہ بوتل میں خوراک کہاں سے ڈالے گا، اگر کھولے گا تو جن بھاگ جائے گا اور اگر نہیں کھولے گا تو جن بھوک پیاس ہی سے مر جائے گا۔

بعض لوگ سلیمان عَلَیْہِ السَّلَامُ کے حوالے سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے جن قابو کر رکھے تھے، اس لیے انہیں قابو کیا جا سکتا ہے، مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ جن وشیاطین کے سلسلہ میں انبیاء ورسل کا معاملہ عام انسانوں سے مختلف ہے، ایک تو اس لیے کہ

انبیاء انسانوں کی طرح جنات کے لیے بھی رسول بنا کر بھیجے جاتے ہیں، چنانچہ جنات کو تبلیغ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء کے لیے مواقع مہیا کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جنات کو تابع فرمان بنا کر ان سے مدد لینا سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا اور انہی کے ساتھ خاص تھا، اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مرتبہ حالتِ نماز میں حملہ آور ہونے والے جن کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی تھی، اور وہ دعا یہ تھی

''اے اللہ! مجھے ایسی حکومت دے جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔''

اور انہیں ایسی حکومت اللہ نے عطا کی کہ انسان ہی نہیں جنات سمیت دیگر مخلوقات بھی ان کے تابع فرمان بنا دی، اس دعا کے پیشِ نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو چھوڑ دیا۔

تعویذ، دھاگے لٹکانے کا حکم

بعض لوگ منکے، دھاگے وغیرہ باندھتے ہیں جو طلسموں اور جنوں کے ناموں کے ساتھ تحریر ہوتے ہیں، ایسے تعویذ قطعاً حرام ہیں اور شرک ہیں، کیونکہ یہ غیر اللہ کے نام پر لٹکائے جاتے ہیں۔

بعض لوگ اپنے جسم پر، یا گاڑی میں یا گھر کے دروازے پر یا بچوں کے گلے میں نقش نعل، گھوڑے کا سم، صلیب یا ہاتھ کا نقش یا کوئی مخصوص پتھر وغیرہ یہ خیال کرتے ہوئے لٹکاتے ہیں کہ اس سے نظر بد یا حسد سے بچاؤ رہتا ہے، یہ سب ناجائز ہیں۔

سعودی عرب کے علماء کی افتاء کمیٹی جو لوگوں کے مسائل کے جوابات کے لیے قائم کی گئی ہے، اس میں جو اس بارے میں سوال پیش ہوئے ان کا متن اور جواب بھی ملاحظہ فرمائیں:

سوال نمبر۱: حسد، نظر بد یا کسی بھی شر سے حفاظت کے لیے جیب میں آیات قرآنی یا چھوٹے قرآنی نسخے رکھنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس سے صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت کلام کی آیات ہیں اور یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے یہ آیات انسان کی حفاظت کرتی ہیں، یہی اعتقاد دل میں ہے اور کوئی مقصد نہیں، اسی طرح یہ تحریر گاڑی یا کسی بھی دوکان یا کاروباری جگہ کے لیے رکھتے ہیں۔

سوال نمبر۲: ان پردوں کا کیا حکم ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ مجید کی آیات لکھی ہوں اور جنہیں نظرِ بد یا حسد یا کسی بھی نقصان دہ چیز سے بچاؤ کے لیے یا کامیابی کا نظریہ رکھتے ہوئے یا کسی بیماری سے شفا طلبی کی غرض سے یا جادو وغیرہ سے بچاؤ کے لیے رکھتے ہیں۔

سوال نمبر۳: سنہری لڑیوں میں قرآنی آیات پر مبنی تعویذات کسی بھی تکلیف سے

بچاؤ کے لیے رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ سبحانہ، وتعالیٰ نے قرآنِ مجید اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی تلاوت کو عبادت تصور کریں، اس کے معانی پر غور وفکر کریں اور اس کے احکام کی معرفت حاصل کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں، اسی ذریعہ سے یہ قرآنِ مجید موعظت ونصیحت ہے، اسی وجہ سے اہل ایمان کے دل نرم ہوتے ہیں، اور ان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، اسی کے ذریعہ سینہ کی جہالت وضلالت کے لیے قرآن شفا ثابت ہوتا ہے، اسی کے ذریعہ سے پاکیزگی نفس حاصل ہوتی ہے اور مراسم شرکیہ کی غلاظتوں، معصیتوں اور گناہوں کے ارتکاب کی آلودگیوں سے طہارت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے ہدایت ورحمت بنایا ہے مگر اس کے لیے جو در دل کھولتا ہے اور کان لگاتا ہے اور حاضر باش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾. [يونس: ٥٧]

''اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے (قرآن کی صورت میں) نصیحت آئی ہے اور یہ شفا ہے واسطے اس چیز کے جو سینوں میں (کفر وشرک اور گناہ کی) بیماری ہے اور ایمانداروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾. [الزمر: ٢٣]

''اللہ تعالیٰ نے بہترین کتاب نازل کی ہے، جس کی آیتیں ملتی جلتی ہیں، جو بار بار دہرائی (پڑھی) جاتی ہیں، اس کے سننے سے اپنے رب کی خشیت رکھنے

والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے چمڑے نرم ہو جاتے ہیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف (مائل) ہوتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے وہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ﴾ . [ق: ۳۷]

"بے شک جو شخص عقل رکھتا ہے اور کان لگا کر دل سے سنتا ہے اس کے لیے تو ان قصوں میں پوری نصیحت ہے۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید کو محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے عظیم معجزہ بنا کر بھیجا ہے اور یہ قرآنِ مجید ایک ظاہر و باہر نشانی ہے کہ محمد ﷺ تمام لوگوں کی جانب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بن کر آئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کو ان تک پہنچاتے ہیں اور ان کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم کرنے آئے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○ اَوَ لَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَةً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○﴾.

[العنکبوت: ۵۰، ۵۱]

"اور (مشرک) کہتے ہیں اس پیغمبر (محمد ﷺ) پر اس کے مالک کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اُتریں؟ کہہ دیجیے نشانیاں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور میں تو اور کچھ نہیں ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔ کیا انہیں یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ

ہم نے آپ پر کتاب (قرآن) نازل فرمادی، جوان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ اس (قرآن) میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ [القصص: ۲]

''یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ [لقمان: ۲]

''یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔''

علاوہ ازیں بہت سی آیات ہیں جن میں قرآنِ مجید کا نشانی ہونا ثابت ہے۔

قرآنِ مجید اصل میں ایک الٰہی قوانین کی کتاب ہے اور اس میں احکام اسلام بیان ہوئے ہیں، اور یہ ایک مکمل نشانی اور حیران کن معجزہ ہے اور ایک ایسی باطل شکن حجت ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی تائید کی ہے۔

اس کے باوجود ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ذات پر بذریعہ قرآن دم کیا کرتے تھے، آپ ﷺ اپنی ذات گرامی پر تین مرتبہ معوذات (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ (بخاری: کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات، رقم: ۵۷۳۵) اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ہر اس دم کی اجازت دی ہے جس میں شرک نہ ہو اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ دعاؤں پر مشتمل ہو اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو، جب انہوں نے قرآنِ مجید کے ذریعہ دم کیا تھا، اسے برقرار رکھا تھا اور جو انہوں نے اس پر اجرت لی تھی وہ بھی جائز قرار دی تھی۔

اسی طرح عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جاہلیت کے دور میں دم کیا کرتے تھے، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ کی ان دموں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے اپنے دم پیش کرو اور فرمایا:

((**لَا بَأْسَ بِالرُّقٰی مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا**)). [مسلم: کتاب السلام، باب لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک، رقم: ۲۲۰۰]

''اس دم میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ ہو۔''

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے:

''ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سفر پر روانہ ہوئے، چلتے ہوئے ان کا گزر ایک عرب قبیلہ کے پاس سے ہوا، انہوں نے ان سے حق مہمانی طلب کیا، مگر انہوں نے مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا، اتفاق ایسا ہوا کہ اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا، انہوں نے اس کے علاج میں بہت تگ ودو کی مگر وہ سود مند ثابت نہ ہوئی، بعض نے کہا: یہ جو پڑاؤ ڈالنے والے ہیں ان کے پاس جائیں، شاید کوئی چارہ سازی ہو سکے، وہ آئے اور کہا: اے گروہ والو! ہمارے سردار کو کسی موذی چیز نے ڈس لیا ہے، ہم نے بہت تگ ودو کی ہے مگر بے سود، کیا تمہارے پاس اس کا کوئی علاج ہے؟ ایک نے کہا: ہاں ہے، میں دم کر سکتا ہوں، لیکن ایک بات ہے، ہم نے تم سے میزبانی کا کہا تھا مگر تم نے ہماری میزبانی کا حق ادا نہیں کیا، میں اس وقت تک دم نہ کروں گا جب تک کہ تم ہمارے لیے کچھ معاوضہ مقرر نہ کر دو، انہوں نے اس پر اتفاق رائے کیا کہ بکریوں کا ایک ریوڑ دیں گے تب وہ گئے اور جا کر دم کیا اور لب کی پھوار سے دم کرنا شروع کر دیا اور الحمد للہ رب العالمین (سورۂ فاتحہ) پڑھنا شروع کیا، اس سے وہ سردار تو اس طرح چنگا بھلا

ہو گیا جیسے کہ اسے رسی سے کھول دیا گیا ہے اور وہ ایسے صحت یاب انداز پر چلنے لگا کہ اسے ذرہ برابر تکلیف نہ تھی، اس نے کہا: جوان سے طے کیا ہے وہ انہیں پورا پورا دینا۔ اب طے شدہ معاوضہ لینے کے بعد کچھ ساتھی کہنے لگے: اسے آپس میں تقسیم کرلیں، مگر جس صحابی نے دم کیا تھا اس نے کہا: نہیں ایسا نہ کریں جب تک ہم نبی ﷺ کے پاس جا کر اس کا پوچھ نہ لیں، تقسیم نہ کریں، واپسی پر جب آپ ﷺ سے انہوں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے دم کرنے والے سے کہا: تجھے کیسے معلوم تھا کہ یہ (سورۂ فاتحہ) دم ہے؟ پھر فرمایا: یہ معاوضہ درست ہے، اسے تقسیم کرلو اور میرا حصہ بھی مقرر کرلو اور نبی ﷺ ہنس دیئے۔''

(بخاری: کتاب الطب، باب بفاتحہ الکتاب، رقم: ٥٧٣٦)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو سورۂ اخلاص ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ اور معوذتین ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں میں پھونکتے اور پھر اپنے چہرۂ مبارک پر یا جسم پر بھی کہ جہاں تک دونوں ہاتھ پہنچتے پھیرتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ ﷺ مرض الوفات میں بیمار ہوئے تو ایسا کرنے کا آپ ﷺ مجھے حکم فرماتے تھے۔(بخاری: کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات، رقم: ٥٧٣٥)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے بعض گھر والوں کے لیے دم کے ذریعہ پناہ کی دعا کیا کرتے تھے اور اپنے دائیں دست مبارک کو پھیرا کرتے تھے، آپ ﷺ فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَاسَ وَاشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا)). [بخاری: کتاب الطب، باب رقیة النبی ﷺ، رقم: ٥٧٤٣]

''اے اللہ! لوگوں کے رب! بیماری دور کر دے اور شفا دے دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، نہیں شفا مگر تیری ہی دی ہوئی شفا ہے، ایسی شفا دے جو کہ بیماری کو نہ چھوڑے۔''

ان کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں جن میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن کے ذریعہ اور غیر قرآن کے ذریعہ سے دم کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے برقرار رکھا ہے۔ بشرطیکہ اس میں شرک نہ ہو۔

❀ کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے خود یا کسی دوسرے کے گلے میں کوئی قرآنی یا غیر قرآنی تعویذ لٹکایا ہو، حالانکہ قرآنِ مجید آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور آپ ﷺ اس کے احکام ومنزلت کو خوب جانتے پہچانتے تھے۔

❀ اسی طرح یہ بھی ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی آیاتِ قرآنی کو حجاب بنایا ہو، جو کہ حسد وغیرہ کے شر سے محفوظ رکھے۔

❀ یا آپ نے کبھی اپنے لباس یا سواری کے سامان میں تعویذ ساتھ اٹھایا ہوتا کہ دشمنوں سے حفاظت ہو۔

❀ یا کامیابی ونصرت وحمایت ہو۔

❀ یا راستہ آسان ہو جائے اور تھکاوٹ سفر دور ہو جائے۔

❀ یا کوئی نفع حاصل ہو اور نقصان سے بچاؤ ہو۔

اگر مذکورہ کام جائز ہوتے تو نبی ﷺ عملاً کرتے بھی اور اپنی امت تک پہنچاتے اور بیان فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی آپ پوری تابعداری کرتے:

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾. [المائدة: ٦٧]

''اے پیغمبر! جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے پہنچا دیجیے

اور اگر آپ نے نہ پہنچایا تو اس کی رسالت کو نہیں پہنچایا۔''

اگر آپ ﷺ اس قسم کی کسی چیز کو باندھتے یا لٹکاتے یا اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے ضرور آگے نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے، کیونکہ وہ اس امت میں سب سے زیادہ سنت پر عمل اور اس کی تبلیغ و بیان پر حریص تھے اور قول وعمل کے لحاظ سے شریعت کے سب سے بڑے نگہبان تھے اور رسول اللہ ﷺ کے تابع فرماں تھے، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی اس بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں۔

لہٰذا یہ صورتِ حال دلالت کرتی ہے کہ مصحف کو اٹھا رکھنا یا اسے گاڑی میں رکھنا یا گھر کے سامان میں رکھنا یا مال کی الماری وغیرہ میں رکھنا فقط اس لیے کہ حسد سے بچاؤ رہے اور حفاظت رہے یا نفع حاصل ہو یا نقصان دور ہو تو ایسی نیت سے ایسا کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح مصحف کو حجاب پر لکھنا یا آیاتِ قرآنی سونے کی زنجیر یا چاندی والی زنجیر میں لکھ کر گردن وغیرہ میں لٹکانا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے خلاف ہے، اور یہ اس وجہ سے بھی ناجائز ہے کہ ایسا کرنا اس حدیث کے عموم میں داخل ہے:

((مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَةً لَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهٗ)). [مسند احمد]

''جس نے تعویذ لٹکایا اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ)). [مسند احمد]

''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔''

اور یہ اس حدیث کے عموم میں بھی داخل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَآئِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ)). [ابو داود: كتاب الطب، باب فى تعليق التمائم، رقم: ۳۸۸۳]

''بے شک دم، تعویذ اور محبت کے تعویذ شرک ہیں۔''

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دموں میں سے وہ دم مستثنیٰ قرار دیئے ہیں جن میں شرک نہ ہو اور ان کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، لیکن تعویذوں کی حرمت وممانعت میں سے آپ ﷺ نے کسی چیز کو مستثنیٰ نہیں کیا گویا ہر قسم کے تعویذ ممانعت میں ہی داخل ہیں۔

یہی فتویٰ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا ہے اور یہی فتویٰ تابعین کی ایک جماعت کا ہے ان میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی شامل ہیں، جیسا کہ ابراہیم بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن نے اپنی کتاب ''فتح المجید'' میں اسی مذہب کو اختیار کیا ہے جو کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کا ہے کہ قرآن سے تعویذ لٹکانا بھی منع ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ بات تین وجوہ کی بنا پر صحیح ہے:

۱۔ نہی (ممانعت) میں عمومیت ہے اور اس کی تخصیص والی کوئی چیز نہیں۔

۲۔ وہ ذریعہ ہی بند کیا جائے جو ناجائز کی طرف لے جائے، کیونکہ یہ تعویذ لٹکانا ناجائز تک پہنچا دے گا۔

۳۔ جب کوئی تعویذ لٹکائے گا تو اس طرح اس کی اہانت کا مرتکب ہوگا، مثلاً قضائے حاجت میں ساتھ لے کر جائے گا، استنجا خانہ وغیرہ میں ساتھ لے جائے گا یا ہم بستری یا حالتِ جنابت میں پہنے رکھے گا اور گنہگار ہو گا اور مذکورہ حالتوں میں اُتار دے گا تو پھر آخر اس نے یہ لٹکایا ہی کیوں تھا؟ کیوں کہ یہی حالتیں تو شیطانی حملوں اور انسانی کمزوری کی حالتیں ہوتی ہیں، جن کے لیے مخصوص مسنون وظائف سے

تحفظ حاصل کیا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ قرآنی تعویذ لٹکانا ایک مہمل بلکہ نقصان دہ عمل ہے، کیونکہ انتہائی نازک موقعوں پر تو پہن نہیں سکتا اور اگر پہنے تو گنہگار ہوتا ہے اور اگر اُتار دے تو آخر پھر بنوایا کس لیے؟ اور دوسری طرف تعویذ لٹکانے والے کے شرک میں مبتلا ہونے کی خبر دینے والی حدیث کی رو سے اکبر الکبائر کا مرتکب ہو گیا اور حاصل کیا ہوا؟ کچھ بھی تو نہیں علاوہ دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی اور روسیاہی کے۔ (فتاوی لجنة الدائمة، ج:١، ص: ١٩٧، ٢٠١)

التولة:

تولة یہ موتی کی ایک قسم ہے جو جادو کے لیے متعین ہے، جس سے عورت اور اس کے خاوند کے درمیان محبت ڈالی جاتی ہے، ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تولہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے عورت اپنے خاوند کی محبت میں کشش پیدا کرے، یہ بھی ایک جادو کی قسم ہے اور یہ جائز نہیں اور یہ بھی شرک ہی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((إِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَآئِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ)). [ابوداود: کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم، رقم: ٣٨٨٣]

''بے شک دم، تعویذ اور محبت کے تعویذ شرک ہیں۔''

❀......❀......❀
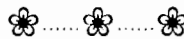
روحانی علاج

ایک بنیادی اور ضروری قاعدہ:

روحانی علاج کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ اصول ذہن نشین رہے کہ دنیا میں بڑے سے بڑا جن، شدید سے شدید جادو اور عظیم سے عظیم تر قوت وطاقت والا دشمن بھی اس وقت تک کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ اس نقصان میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی طے کردہ تقدیر کا فیصلہ شامل نہ ہو، یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں پہلے سے تقدیر میں کوئی نقصان، تکلیف، مرض، دکھ یا مصیبت لکھ رکھی ہے تو پھر وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے اس کی تقدیر میں پہلے سے کوئی تکلیف نہیں لکھی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت بھی اس شخص کو وہ تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔

اس حقیقت پر ایمان ویقین ہی کا دوسرا نام ''ایمان بالتقدیر'' ہے جو ہر مسلمان کے بنیادی عقائد کا جزو لا ینفک ہے، ایمان کے درج ذیل چھ ارکان ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

۲۔ فرشتوں پر ایمان لانا

۳۔ اللہ تعالیٰ کی آسمانی کتابوں پر ایمان لانا

۴۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو سچا ماننا

۵۔ یومِ آخرت پر ایمان رکھنا

۶۔ تقدیر کے اچھے یا برے ہونے پر ایمان لانا

تقدیر سے مراد ہر انسان کا وہ عملی ریکارڈ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل کے ساتھ پیشگی لکھ رکھا ہے کہ یہ انسان کون سے اچھے یا برے کام کرے گا، اس کو کیا کیا

نفع یا نقصان ہوگا اور کن کن ذرائع سے ہوگا، زندگی خوشحالی میں گزرے گی یا بدحالی میں، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ رکھی ہیں جنہیں دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔

قرآن وسنت میں مختلف پہلوؤں سے اس بنیادی اصول یعنی تقدیر پر پختہ ایمان رکھنے کی ترغیب وتاکید کی گئی ہے، مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ٥ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ٥﴾. [الحديد: ۲۲، ۲۳]

''نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے تاکہ تم کسی ایسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جاؤ جو تم سے فوت (ضائع) ہو جائے اور نہ کسی ایسی چیز پر فخر کرو جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہو، اور فخر وتکبر کرنے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔''

تقدیر پر ایمان کے حوالے سے احادیث میں بھی واضح رہنمائی موجود ہے:

۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی تمام لوگوں کی تقدیریں لکھ دی تھیں جب کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔''

(مسلم: کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ، رقم: ۲۶۵۳)

۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا:

((وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ)). [ترمذی: کتاب صفة القيامة، باب:٥٩، رقم: ٢٥١٦]

''جان لو! تمام امت کے لوگ مل کر بھی تم کو کسی چیز کا فائدہ پہنچانا چاہیں تو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گے، مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھا ہے اور اگر تمام لوگ مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو نہ پہنچا سکیں گے، مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھا ہے، قلمیں اٹھا لی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں (یعنی ہر چیز لکھی جا چکی ہے اور پختہ ہو چکی ہے)۔''

تقدیر، جادو اور جنات:

قرآنِ مجید میں جادو کے پس منظر میں تقدیر کی حقیقت کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾. [البقرة: ١٠٢]

''حالانکہ وہ اس جادو کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

اللہ کے حکم سے کسی کو کیا نقصان یا کیا فائدہ پہنچنا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی تقدیر میں پہلے سے لکھ رکھا ہے، لہٰذا اس قرآنی اصول کو ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو کوئی لاکھ جادو کرتا رہے، نہ وہ کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے کیے گئے جادو سے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی جن کسی انسان کو کچھ تکلیف دے سکتا ہے، اس لیے

جادو، جنات کے حوالے سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

مریض کا بیماری پر صبر کرنا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دنیا کی زندگانی کو بنایا تو اس میں غم، پریشانیاں اور مصائب وآلام بھی پیدا کیے اور ان کا مقصد یہ ہے کہ اہل ایمان کے صبر کا امتحان لیا جائے تا کہ کامیابی کی صورت میں ان کے درجات بلند کیے جائیں اور ان پر رحمت کی جائے اور اللہ کی خوشنودی حاصل ہو۔

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○﴾.

[البقرة: ١٥٥ تا ١٥٧]

"اور البتہ ہم تمہیں خوف، بھوک، اور مالوں کی کمی، اور جانوں کی کمی سے اور پھلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں اور رحمتیں ہیں اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○﴾. [النحل: ١٢٦]

"اور اگر تم صبر کرو گے تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔"

حدیث میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کسی کو مصیبت پہنچے اور وہ کہے:

((إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا)). [مسلم: كتاب الجنائز، باب ما يقال عند المصيبة، رقم: ٩١٨]

''اے میرے اللہ! میری مصیبت میرے لیے باعث اجر بنا دے اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما۔''

تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت کا اجر دیتا ہے اور اس کا نعم البدل عطا کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ مذکورہ دعا مصیبت زدہ کے لیے بہت ہی بلیغ اور مفید کلمات ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، یہ دعا مندرجہ ذیل دو عظیم اصولوں کو ضمن میں لیے ہوئے ہے کہ جب بندہ ان کی حقیقت کی پہچان کر لے تو مصیبت میں تسلی حاصل ہوگی:

ا۔ بندہ اور اس کے اہل وعیال، اور مال ومنال حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔

۲۔ بندے کو اپنے مولائے حق اللہ کی جانب ہی لوٹنا ہے۔

اور یقیناً اس بھری دنیا کو چھوڑ جانا ہے، اور بندہ اپنے رب کے پاس سے آیا بھی تنہا ہے اور جانا بھی تنہا ہے اور جب بندے کی ابتدا وانتہا یہی تنہائی ہے، تو پھر اس پر ہجوم دنیا میں کھو کر کیوں رہ جائے گا؟ اور اس موجود پر کیسے اترا سکتا ہے؟ اور مفقود پر مایوس کیسے ہوسکتا ہے؟ گویا کہ بندے کا اپنے آغاز وانجام کی فکر کرنا اس مصیبت پر انتہائی رنج کی بیماری کا بہترین علاج ہے۔'' (الطب النبوی، ص: ۳۳۸)

مصیبت کو ذخیرۂ اجر سمجھا جائے:

دوسری چیز جو صبر پر معاونت کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان اس پر نظر رکھے کہ اسے اپنے رب کی طرف سے اس نقصان وتکلیف کے مقابلہ میں جو کچھ حاصل ہے وہ بہت زیادہ ہے، اور پھر اگر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اجر ذخیرہ کر دے

گا، اور اس پر راضی ہو گا جو کہ مصیبت سے کئی گنا بڑھ کر انعام ہے۔

اس عورت کا کردار جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرگی زدہ تھی، کس قدر بہترین ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تھا کہ میں تیری صحت یابی کے لیے دعا کرتا ہوں اور اگر چاہے تو صبر کر لے تو تمہیں اس کے صلہ میں جنت ملے گی تو اس نے جنت کے حصول کے شوق میں صحت کے مقابلہ میں بیماری کا انتخاب کر لیا تھا۔

(بخاری: کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الريح، رقم: ٥٦٥٢)

تقویٰ اختیار کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾. [طلاق: ٢]

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیگر ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ﴾. [الأعراف: ١٥٦]

''اور میری رحمت ہر چیز پہ چھائی ہے، عنقریب میں اسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا، جو پرہیز گار ہوئے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾. [حم السجدة: ١٨]

''اور ہم نے نجات دی ان کو جو ایمان لائے اور وہ پرہیز گار تھے۔''

اللہ عزوجل کا تقویٰ مشکلات حل کرتا ہے اور شر و فتنے دور کرنے اور بندے پر سے ان کا بوجھ اٹھانے میں دور رس اثرات رکھتا ہے، بندہ جس قدر بھی اپنے رب

سے ڈرتا رہے گا اور خلوت وجلوت میں جس قدر بھی اس کا خیال رکھے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے بلائیں اور آزمائشیں اپنے خاص حکم سے دور کرتا رہے گا۔

اللہ پر توکل وبھروسہ:

جنوں کی شرارتوں وغیرہ سے بچاؤ کی ایک تدبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا جائے اور اپنے تمام معاملات کو اللہ کی طرف تفویض وسپرد کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾. [الطلاق:۳]

''اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے، پس اسے وہی کافی ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی مدافعت میں فرعون کے دربار میں ان کے ایک صحابی کی تقریر نقل فرمائی، اس کا آخری جملہ تھا:

﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَى اللهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ۝﴾. [مؤمن: ٤٤]

''اور میں اپنا معاملہ اللہ کی طرف سونپتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب آتش نمرود میں جھونکے گئے اور اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غزوۂ احد کے بعد زخم خوردگی کی حالت میں یہ خوفناک اطلاع ہوئی کہ قریش تم پر دوبارہ حملہ آور ہونے کے لیے جمع ہو رہے ہیں، ان سے ڈرو تو بجائے خوف زدہ ہونے کے ان کے ایمان میں ترقی ہوئی، ان دونوں عظیم الشان پیغمبروں نے اس وقت یہ ترانہ توحید اپنی زبانوں پر جاری کیا:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾. [بخاری: كتاب التفسير، سورة آل عمران، باب قوله ﴿ الذين قال لهم الناس...... رقم: ٤٥٦٣].

''اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

خلوصِ دل سے اللہ کی جانب جھکنا اور نافرمانیوں سے توبہ کرنا:

انسان خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ رکھے اور گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑے اور سچی توبہ کرے اور جو کسی کے حقوق دبا رکھے ہیں یا زیادتیاں کی ہیں ان سے معاملہ صاف کر کے پختہ توبہ کرے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ ۝﴾. [الشوریٰ: ۳۰]

''اور جو بھی تمہیں مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور ابھی وہ بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔''

گویا بہت سی شر انگیزیاں اور مصیبتیں ومشکلیں وقوع پذیر ہی گناہوں اور نافرمانیوں کے سبب سے ہوتی ہیں اور ان کا خود بنیادی سبب بندے کی اپنی ظالمانہ کاروائیاں ہی ہوتی ہیں، تو گویا دوسری طرف گناہوں سے توبہ، معصیت سے باز آنا اور ظلم سے ہتھیائی ہوئی چیزیں ان کے مالکوں کو لوٹانا، یہ سب کے سب کام اللہ کے حکم سے بلاؤں کے دور کرنے کا باعث ہیں، اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ﴾.

[الطلاق: ۳]

''اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے، پس اسے وہی کافی ہے۔''

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝﴾. [طلاق: ۲]

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾. [النور: ٣١]

''اور اے ایماندارو سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

نیک اعمال بجالانا:

انسان اللہ کے ہاں عمل صالح اختیار کرے اور ان کے ذریعہ سے قربِ الٰہی کا طلب گار ہو، ارشادِ ربانی ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾. [النحل: ٩٧]

''اور جو بھی نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت، اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو، ہم ضرور اسے زندگی دیں گے اچھی زندگی اور ضرور اسے اجر دیں گے (اس کے بدلہ میں کہ) جو وہ بہترین عمل کرتے تھے۔''

نیک اعمال کی فضیلت میں اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت ڈھونڈنے کے بارے میں صحیح بخاری میں مذکور ان تین آدمیوں کا وقعہ بہت بڑی دلیل ہے جنہوں نے غار میں پناہ لی، جب ایک چٹان غار کے دھانے پر لڑکھڑا کر آ گری تھی، جس سے وہ غار میں بند ہو گئے تھے، اس وقت انہوں نے اپنے نیک اعمال کے ذریعہ سے وسیلہ طلب کیا تھا اور ان میں سے ہر ایک یہ کہہ رہا تھا:

(اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ). [بخاری: کتاب الإجارة، باب من استأجر اجيرا فترك اجره،

رقم: ۲۲۷۲]

''اے اللہ! اگر میں نے تیری خوشنودی طلب کرتے ہوئے یہ کام کیا تھا تو جس گھٹن (غار) میں ہم بند ہیں اس سے ہمیں نجات دلا دے۔''

دین پر استقامت:

بچاؤ کی ایک تدبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر مضبوطی اور مستقل مزاجی سے چلا جائے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ج وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ٥﴾. [حم السجدة: ۳۰، ۳۱]

''بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب صرف اللہ ہے، پھر اس بات پر استقامت اختیار کی، تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ نہ تم ڈرو اور نہ ہی غم کھاؤ اور خوش ہو جاؤ اس جنت کے ساتھ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو، ہم تمھارے دنیا کی زندگی اور آخرت میں دوست ہیں اور تمھارے لیے اس جنت میں وہ سب کچھ موجود ہو گا جس کی تمھارے دل تمنا کریں گے اور تمھارے لیے وہاں وہ سب کچھ ہو گا جس کا تم اشارہ کرو گے، یہ تمام میزبانی ہو گی بخشنے والے رحم کرنے والے ربِ کریم کی جانب سے۔''

نماز شروع کرتے وقت شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں:

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے شروع میں یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

((اَللّٰہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا ، اَللّٰہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ

لِلّٰهِ كَثِيْرًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا)).

''اللہ سب سے بڑا ہے اور بہت ہی بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور بہت ہی بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور بہت ہی بڑا ہے، اللہ کی بہت سی تعریفیں ہیں اللہ کی بہت سی تعریفیں ہیں، اللہ کی بہت سی تعریفیں ہیں اور صبح وشام اس کے لیے پاکیزگی ہے۔''

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ)). [ابو داود: كتاب الصلاة، باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء، رقم: ٧٦٤]

''میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان سے، اس کی پھونک، تھوک اور وسوسے سے۔''

نمازوں کی حفاظت:

بچاؤ کی تدابیر میں سے ایک تدبیر نمازوں کی حفاظت کرنا ہے، خصوصاً نمازِ فجر کی حفاظت کرنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾. [البقرة: ٢٣٨]

''حفاظت کرو نمازوں کی خصوصاً درمیانی نماز کی۔''

حدیث میں آتا ہے:

جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَانْظُرْ يَا ابْنَ آدَمَ لَا يَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ)). [مسلم: كتاب المساجد ، باب فضل صلوة العشاء والصبح في جماعة، رقم: ٦٥٧]

''جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں آجاتا ہے، اے آدم کے

بیٹے! دیکھ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ذمہ سے کسی بھی چیز کے متعلق ہرگز نہ طلب کرے (یعنی نمازوں کا خیال رکھنا کہیں نمازیں ضائع کر کے زیرِ عتاب نہ آ جانا)۔''

نماز باجماعت کی پابندی کریں:

نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے انسان شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس سلسلے میں سستی برتنے کی وجہ سے شیطان اس پر غالب آ جاتا ہے اور جب وہ غالب آ جاتا ہے تو اس میں داخل بھی ہو سکتا ہے، اس پر جادو بھی کر سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَا مِنْ ثَلاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَّلا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ)). [ابو داود: كتاب الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة، رقم: ٥٤٧]

''کسی بستی میں جب تین آدمی ہوں اور وہ باجماعت نماز ادا نہ کریں تو شیطان ان پر غالب آ جاتا ہے، لہٰذا تم جماعت کے ساتھ رہا کرو، کیونکہ بھیڑیا اس بکری کا شکار کرتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو جاتی ہے۔''

قیام اللیل کا اہتمام کریں:

جو شخص جادو کے اثر سے بچنے کے لیے قلعہ بند ہونا چاہتا ہے، اسے رات کا قیام ضرور کرنا چاہیے، کیونکہ اس میں کوتاہی کر کے انسان خود بخود اپنے اوپر شیطان کو مسلط ہونے کی صورت میں اس کے لیے جادو کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح ہونے تک سویا رہتا ہے اور رات کی نماز کے لیے بیدار نہیں ہوتا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنَيْهِ)). [بخاري: كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، رقم: ٣٢٧٠]

''یہ وہ آدمی ہے جس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے۔''

اسی طرح فتح الباری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک موقوف روایت اسی طرح ہے:

((مَا أَصْبَحَ رَجُلٌ عَلَى غَيْرِ وِتْرٍ إِلَّا أَصْبَحَ عَلَى رَأْسِهِ جَرِيْرٌ قَدْرِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا)). [فتح الباري]

''جو شخص وتر پڑھے بغیر صبح کرتا ہے، اس کے سر پر ستر ہاتھ لمبی رسی کا بوجھ ہوتا ہے۔''

گھروں سے تصاویر، ٹی وی وغیرہ نکال دینا:

گھر کو تصاویر اور مجسموں سے پاک صاف کر دیا جائے، کیونکہ رحمت والے فرشتے اس گھر میں داخل ہی نہیں ہوتے جس میں مجسمے اور تصویریں ہوں اور ظاہر ہے جس گھر سے رحمت والے اور محافظ فرشتے نکل جائیں تو شیطان اس میں ڈیرے جما لیتے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ تَمَاثِيلُ أَوْ تَصَاوِيرُ)). [مسلم: كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، رقم: ٢١١٢]

''اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں مورتیاں یا تصویریں ہوں۔''

تلاوتِ قرآن:

بچاؤ کی ایک تدبیر یہ ہے کہ قرآنی سورتوں اور آیات کی تلاوت اور بعض اذکار پر ہمیشگی کی جائے، کیونکہ ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور مسنون اذکار و وظائف پر محافظت و مداومت برائیوں اور تکلیفوں کو دور کرنے میں اور حکم الٰہی سے انہیں زائل کرنے

میں گہرا اثر رکھتی ہے۔ یونس علیہ السلام کے بارے میں، جس وقت وہ مچھلی کے پیٹ میں پھنس گئے تھے، فرمایا:

﴿فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ٥ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ٥﴾. [الصافات: ١٤٣، ١٤٤]

''اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ میں ہی ٹھہرے رہتے۔''

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ذکر الٰہی میں قریب قریب ایک سو فائدے ہیں، ان میں سے ایک شیطان کو دھتکارنا، اس کا قلع قمع کرنا اور اس کے زور کو توڑنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾. [طه: ١٢٤]

''اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیر لیا بے شک اس کی گزران تنگ ہو گی۔''

دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ٥﴾. [الزخرف: ٣٦]

''اور جو بھی رحمٰن کے ذکر سے اندھا ہوا، ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، جو اس کا ہم نشین بن جاتا ہے۔''

ہر کام سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا:

شیطانی اثرات سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ ہر اچھے کام سے پہلے بسم اللہ پڑھیں۔

❀ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ

الشَّيَاطِينَ تَنتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوهُم فَأَغْلِقُوا الأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا)). [بخاري: كتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس، رقم: ٣٣٠٤]

''جب شام کا اندھیرا پھیلنے لگے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک رکھو، کیونکہ اس وقت جنات پھیلتے ہیں، البتہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو پھر انہیں چھوڑ سکتے ہو، اور اللہ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کرلو، کیونکہ جن کسی دروازے کو نہیں کھول سکتا۔''

❀ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''برتن ڈھک دو، مشک کا منہ باندھ دو، دروازہ بند کر دو، چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان نہ مشک کا منہ کھول سکتا ہے، نہ بند دروازہ کھول سکتا ہے اور نہ ہی ڈھکا ہوا برتن ننگا کر سکتا ہے اور اگر کوئی اتنا ہی کر سکتا ہو کہ برتن پر لکڑی (شاخ) رکھ دے یا بسم اللہ پڑھ دے تو اسے یہی کر لینا چاہیے۔'' (مسلم: كتاب الاشربة، باب استحباب تخمير الاناء وهو تغطيته، رقم: ٢٠١٢)

❀ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے، اس پر شیطان کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔'' (ابو داود: كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام)

❀ علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((سَتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ أَنْ يَّقُولَ: بِسْمِ اللّٰهِ)). [ترمذي: كتاب الجمعة، باب ما ذكر من التسمية عند دخول الخلاء، رقم: ٦٠٦]

''انسانوں میں سے کوئی شخص اگر بیت الخلاء میں جاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو

اس کی برکت سے جنات کی آنکھوں اور انسانوں کی شرم گاہوں کے درمیان پردہ بن جاتا ہے۔''

❀ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب آدمی گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لے:

((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)).

''اللہ کے نام کے ساتھ، میں اللہ ہی پر توکل کرتا ہوں، اللہ کی توفیق کے بغیر کچھ کرنا یا کسی (کے شر) سے بچنا ممکن نہیں۔''

تو اس کے حق میں (اللہ کی طرف سے فرشتے کی زبانی) یہ کہا جاتا ہے کہ اب تیری رہنمائی کر دی جائے گی، تیری کفایت کر دی جائے گی اور تجھے (شیاطین وجنات اور انسانی دشمنوں وغیرہ) سے محفوظ کر دیا جائے گا، چنانچہ شیاطین یہ سن کر اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے: اب تم اس شخص پر کیسے مسلط ہو سکتے ہو جس کی رہنمائی کی گئی، کفایت کی گئی اور حفاظت کر دی گئی ہے۔'' (ابو داود: کتاب الادب، باب ما یقول اذا خرج من بیته، رقم: ٥٠٩٥)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا تو سواری والا جانور ٹھوکر کھا گیا، تو میں نے کہا: برا ہو شیطان کا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس موقع پر یہ نہ کہو کہ برا ہو شیطان کا، جب تم یہ کہو گے تو وہ پھولا نہیں سماتا، یہاں تک کہ وہ گھر کے کمرے کی طرح پھول جاتا ہے اور فخر یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی قوت سے اسے گرایا ہے، اس کی بجائے یہ کہو: بسم اللہ جب تم یہ کہو گے تو وہ حقیر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مکھی کی مانند ہو جاتا ہے۔'' (ابو داود: کتاب الادب، باب، رقم: ٤٩٨٢)

لہٰذا گھر سے نکلتے، داخل ہوتے، اور ہر اہم کام کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لینی چاہیے تاکہ جنات وشیاطین سے حفاظت رہے۔

آیت الکرسی:

رات کو سونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ لینے سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے اور صبح ہونے تک شیطان اس کے قریب نہیں آ سکتا۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

''میں زکوٰۃِ رمضان کے مال پر پہرہ دے رہا تھا، ایک آنے والا آیا اور غلہ سمیٹ کر اپنی چادر میں جمع کرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر جاؤں گا، اس پر اس نے منت سماجت کی، کثیر العیال اور محتاجی کا عذر پیش کیا، جس پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر یہی معاملہ ہوا۔ جب تیسرے دن بھی اس نے یہی حرکت کی تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: یہ تیسرا موقع ہے، اب میں تجھے ضرور خدمتِ نبوی میں لے کر جاؤں گا۔ تب وہ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں ایسا وظیفہ بتاتا ہوں اگر تو اسے پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر ایک محافظ مقرر ہو جائے گا اور صبح ہونے تک شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ میں نے پوچھا: وہ کون سا وظیفہ ہے؟ اس نے کہا: آیت الکرسی ﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ پڑھ لیا کرو۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس واقعہ کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ

لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ)).

''اے ابو ہریرہ! اگر چہ وہ جھوٹا تھا لیکن تجھ سے یہ بات سچ کہہ گیا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا معاملہ کس سے تھا؟ انھوں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔''

آیت الکرسی بمع ترجمہ یہ ہے:

﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ، لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ط وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ج وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○﴾.

''اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین وآسمان کی تمام چیزیں ہیں، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکتے؟ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے اور وہ (اللہ) ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اُکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور سب سے بڑا ہے۔''

واضح رہے کہ اس ایک ہی آیت میں سولہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہے، اور صحیح احادیث میں اس آیت کو قرآنِ مجید کی سب سے افضل اور عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔ (مسلم: ۸۱۰)

سورۃ البقرۃ کی تلاوت کے فوائد:

سورۂ بقرہ کی تلاوت شیطانوں کو گھروں سے نکال دیتی ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَّقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ)). [مسلم: كتاب صلوة المسافرين، باب استحباب صلوة النافلة في بيته، رقم: ٧٨٠]

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا يُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ)). [مستدرك حاكم، رقم: ٢٠٦٢]

''اپنے گھروں میں سورۂ بقرہ پڑھا کرو، کیونکہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔''

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

((اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِأَصْحَابِهِ ، اِقْرَئُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا ، اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَّتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَّلَا تَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ)). [مسلم: كتاب صلاة المسافرين، باب فضل قرائة القرآن و سورة البقرة، رقم: ٨٠٤]

''قرآن پڑھا کرو، کیونکہ یہ روزِ قیامت اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا اور خصوصًا دو چمک دار سورتیں بقرہ اور آلِ عمران پڑھا کرو، یہ روزِ قیامت پڑھنے والے پر ابر رحمت بن کر چھا جائیں گی، یا پر پھیلائے ہوئے پرندوں کی مانند پڑھنے والوں پر منڈ لانے لگیں گی اور پڑھنے والوں کی جانب سے رہائی کے لیے دربارِ الٰہی میں بحث کریں گی۔ اور سورۂ بقرہ پڑھا کرو، بے شک اس کو اختیار کرنا باعث برکت ہے اور چھوڑنا باعث حسرت ہے، اور باطل پرست اسے پانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔''

معاویہ بن سلام (راوی حدیث) کہتے ہیں:

''اس حدیث میں باطل پرستوں سے مراد جادوگر ہیں۔''

سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات ہر شر سے بچاتی ہیں:

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہر شر اور موذی چیز سے کفایت کرتی ہیں، ابو مسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ)).

[بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب من لم یر باسًا ان یقول سورۃ البقرۃ......، رقم: ٥٠٤٠]

''دو آیتیں سورۂ بقرہ کے آخر میں، جو بھی رات کو انہیں پڑھے گا یہ اسے ہر موذی اور شر انگیزی سے کفایت کریں گی۔''

سماحۃ الشیخ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(وَالْمَعْنٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ كَفَتَاهُ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ).

''یہ دونوں آیتیں ہر قسم کی پریشانی اور برائی سے کفایت کرتی ہیں۔''

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(اَلصَّحِیْحُ کَفَتَاہُ شَرَّ مَا یُؤْذِیْہِ)۔ [الوابل الصیب، ص: ٤٥]

''صحیح مفہوم یہ ہے کہ ہر موذی چیز سے یہ دونوں آیتیں کفایت کرتی ہیں۔''

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے سے دو ہزار سال قبل ایک کتاب کو تحریر فرمایا، اس میں سے دو آیتیں نازل فرمائیں جن کے ساتھ سورۂ بقرہ کو ختم کیا گیا ہے، جس گھر میں یہ دونوں آیتیں تین رات مسلسل تلاوت کی جائیں تو شیطان اس گھر کے نزدیک نہیں جائے گا۔'' (ترمذی: کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی آخر سورۃ البقرۃ، رقم: ٢٨٨٢)

اسی طرح حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی جس سے سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں نازل فرمائیں، جو شخص ان آیات کو اپنے گھر میں پڑھے گا، اس گھر میں تین دن تک کوئی شیطان داخل نہیں ہو سکے گا۔'' (ترمذی: کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی آخر سورۃ البقرۃ، رقم: ٢٨٨١)

سورۃ البقرہ کی وہ تین آیات درج ذیل ہیں:

﴿لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ط فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ قف لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ○ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا

وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾. [البقرة: ٢٨٤ تا ٢٨٦]

معوذتین وسورۃ الاخلاص:

معوذتین یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو بار بار آسیب زدہ شخص پر پڑھا جائے کیونکہ شیطانی وساوس، آسیب، شرور کائنات اور جادو کے توڑ کے لیے معوذتین کا دم اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

❀ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلَ مَا يَتَعَوَّذُ بِهِ الْمُتَعَوِّذُوْنَ؟ قَالَ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾. ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ هَاتَيْنِ السُّوْرَتَيْنِ)). [نسائی: كتاب الاستعاذه، باب ما جاء في سورتي المعوذتين، رقم: ٥٤٣٤]

''اے ابن عباس! کیا میں تجھے وہ بہترین چیز نہ بتاؤں کہ جس سے تعوذ (پناہ) چاہنے والے تعوذ کرتے ہیں؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس، یہ دو سورتیں۔''

❀ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جحفہ اور ابواء مقام کے درمیان چل رہا تھا کہ اچانک ہمیں سخت آندھی نے گھیر لیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قل اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس سورتوں کو پڑھنا شروع کر دیا اور فرمایا:

''اے عقبہ! تم بھی ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ طلب کرو، کسی پناہ طلب کرنے والے کے لیے ان دو سورتوں جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے۔'' (ابو داود: كتاب الوتر، باب في المعوذتين، رقم: ١٤٦٣)

❀ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھا کرتے تھے اور جب یہ دو سورتیں (یعنی معوذتین) نازل ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا وظیفہ اپنا معمول بنا لیا اور اس کی جگہ دیگر دعائیں (جو پہلے پڑھتے تھے) چھوڑ دیں۔ (ترمذی: ٢٠٥٨)

❀ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو ان دو سورتوں کے ساتھ اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے اور جب مرض الموت میں آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر برکت کی اُمید سے اپنے ہاتھوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر پھیرتی تھی۔ (بخاری: كتاب الفضائل، باب فضل المعوذات)

❀ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو سورۂ اخلاص، فلق اور ناس پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارتے اور پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے سر سے شروع ہو کر سارے جسم پر پھیر لیتے اور آپ یہ عمل تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔ (بخاری: كتاب الفضائل، باب فضل المعوذات، رقم: ٥٠١٧)

❀ خبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے بارش اور سخت اندھیری رات میں باہر نکلے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر ہمیں نماز پڑھائیں، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''پڑھو۔ میں خاموش رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: پڑھو، میں نے عرض کیا: کیا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قل ھو اللہ احد اور معوذتین صبح وشام تین مرتبہ

پڑھو، تو یہ تمہیں ہر چیز سے کفایت کر جائیں گی۔'' (ترمذی: کتاب الدعوات، باب الدعاء عندالنوم، رقم: ۳۵۷۵)

یعنی تمام مصیبتوں، بیماریوں، پریشانیوں اور جادو وجنات کے اثرات سے بچانے کے لیے کافی ہو جائیں گی، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات سونے سے پہلے معوذتین اور سورۂ اخلاص پڑھتے اور اپنی ہتھیلیوں کو اکٹھا کر کے ان میں پھونکتے اور پھر سارے جسم پر انہیں مل لیتے تھے۔ (بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، رقم: ۵۰۱۷)

بلکہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ وہ سوتے اور جاگتے وقت ان دونوں سورتوں کو پڑھا کریں۔ (نسائی: کتاب الاستعاذة، باب ما جاء فی سورتی المعوذتین، رقم: ۵۴۳۹)

سورۃ الفلق مع ترجمہ:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○﴾.

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے کہ جب اس کا اندھیرا پھیل جائے اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والوں کے شر سے بھی اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی، کہ جب وہ حسد کرے۔''

سورۃ الناس مع ترجمہ:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ

النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝﴾.

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں، لوگوں کے مالک کی اور لوگوں کے معبود کی پناہ میں، وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔''

سورۂ اخلاص مع ترجمہ:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾.

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ اسے کسی نے جنا ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔''

کلمہ توحید کے سو مرتبہ پڑھنے کے فوائد:

کلمہ توحید وتہلیل سے مراد یہاں یہ وظیفہ ہے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)). [مسلم: کتاب الذکر، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء، رقم: ۲۶۹۱]

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی اور حمد وثنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

جو شخص روزانہ سو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھے تو اسے درج ذیل فوائد حاصل ہوں گے:

۱۔ دس غلام آزاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔

۲۔ اس کے لیے سونیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

۳۔ اس کے سوگناہ معاف کردیے جائیں گے۔

۴۔ اس دن شام تک وہ آدمی شیطان سے محفوظ رہے گا۔

۵۔ اس دن اللہ کے ہاں اس شخص کا ثواب سب سے زیادہ ہوگا۔ البتہ جو شخص اس وظیفہ کو اس سے زیادہ کرے تو وہ (سو مرتبہ پڑھنے والے سے بھی) افضل ہوگا۔

چند مسنون دم:

جبریل علیہ السلام کا دم:

صحیح مسلم اور احادیث کی دیگر کتب میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد! آپ بیمار ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس وقت جبریل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کیا:

((بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيكَ ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ ، بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ)). [مسلم: كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى، رقم: ۲۱۸۶]

''میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو تجھے تکلیف دے، ہر نفس کے شر سے یا حسد کرنے والی نظر بد سے، اللہ تجھے شفا دے، اللہ کے نام کے ساتھ میں تجھ پر دم کرتا ہوں۔''

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جادو ہو جانے کے بعد بطورِ علاج اس دعا کو تین مرتبہ پڑھ کر بار بار دم کریں۔''

جادو اور اس جیسی دیگر بیماریوں کے علاج کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں ثابت ہیں اور جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علاج کرتے تھے ان

میں سے ایک یہ ہے:

((أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَآءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا)). [بخاری: کتاب المرض، باب دعاء العائد للمریض، رقم: ٥٦٧٥]

''اے لوگوں کے رب! یہ تکلیف دور کر دے اور شفا عطا فرما دے۔تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کوئی شفا کارگر نہیں، ایسی شفا عطا فرما کہ مرض کا نام ونشان باقی نہ رہے۔''

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس دعا کو تین بار پڑھ کر دم کیا جائے۔''

❀ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دم کیا کرتے تھے اور یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((اِمْسَحِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَآءُ لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ)). [بخاری: کتاب الطب، باب رقیة النبی ﷺ، رقم: ٥٧٤٤]

''تکلیف کو دور کر دے اے لوگوں کے پروردگار! تیرے ہی ہاتھ میں شفا ہے، تیرے سوا تکلیف کو دور کرنے والا کوئی اور نہیں ہے۔''

❀ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی جگہ پڑاؤ کرے اور یہ دعا پڑھے:

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)). [مسلم: کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء، رقم: ٦٧٠٨]

''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کی پیدا کردہ ہر چیز سے پناہ مانگتا ہوں۔''

تو اسے اس وقت تک وہاں کوئی چیز تکلیف نہ پہنچا سکے گی جب تک کہ وہ وہاں

سے کوچ نہ کر لے۔

❀ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر شکوہ کیا کہ مجھے بچھو نے کاٹ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے یہ دعا شام کے وقت پڑھ لی ہوتی تو تمہیں بچھو نقصان نہ پہنچاتا:

((أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)). [مسلم: كتاب الذكر والدعاء، باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء، رقم: ٦٧٠٨]

''میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ اس کی پیدا کردہ ہر چیز سے پناہ مانگتا ہوں۔''

❀ ابان بن عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص ہر صبح اور شام تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ)). [ترمذي: كتاب الدعوات، باب ١٣، رقم: ٣٣٨٨]

''اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ آسمان و زمین کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

تو اسے کوئی چیز تکلیف نہیں دے گی۔

ابوداود کی روایت میں ہے کہ وہ اچانک پن کی مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

اس حدیث کے راوی ابان بن عثمان کو فالج ہو چکا تھا تو جب انہوں نے یہ حدیث بیان کی تو سننے والا حیرت کے ساتھ ابان کی طرف دیکھنے لگا (یعنی اگر اس دعا کی برکت سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی تو آپ کو فالج کیسے ہو گیا؟) ابان نے کہا کہ میری طرف حیرانی سے کیا دیکھتے ہو؟ حدیث بالکل اسی طرح ہے، البتہ جس دن اللہ کی تقدیر مجھ پر غالب آئی تھی اس دن میں یہ دعا نہ پڑھ سکا تھا۔ (اور مجھ پر فالج کا

حملہ ہو گیا)۔

❀ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب غلام آ کر کہنے لگا کہ میں اپنے مالک کے ساتھ مکاتبت (یعنی مال دے کر آزادی حاصل کرنے) کے معاہدے کو پورا کرنے سے عاجز ہوں، لہٰذا آپ میرا کچھ تعاون کریں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے تھے اور فرمایا تھا کہ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا تو اللہ تعالیٰ ان کلمات کی برکت سے اسے اتار دیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ کلمات سکھائے:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ)). [ترمذی: ابواب الدعوات، رقم: ٣٥٧٤]

''اللہ! اپنے حلال کے ذریعے حرام سے مجھے بچا لے اور اپنے فضل وکرم سے مجھے دوسروں سے غنی فرما دے۔''

اس روایت میں قرض کی پریشانی سے نجات کا وظیفہ بیان ہوا ہے اور ہم نے اسے جادو و جنات سے بچاؤ کے وظائف میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ جادو و جنات سے متاثر ہونے والے اکثر لوگ کاروبار میں بری طرح مقروض بھی ہو جاتے ہیں، ایسے حضرات کے لیے یہ وظیفہ لکھا گیا ہے تاکہ وہ اس مصیبت میں مبتلا ہوں یا نہ، بہر دو صورت اس کا ورد کیا کریں۔

باوضو رہنے کی کوشش کریں:

باوضو مسلمان پر جادو کا اثر نہیں ہوتا اور وہ فرشتوں کی حفاظت میں رات گزارتا ہے۔ ایک فرشتہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ جب بھی کروٹ بدلتا ہے، فرشتہ اس کے حق میں دعا کرتے ہوئے کہتا ہے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فُلَانٍ ، فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا)). [ابن حبان، رقم:

١٠٤٨]

''اے اللہ! اپنے اس بندے کو معاف کر دے، اس لیے کہ اس نے طہارت کی حالت میں رات بسر کی ہے۔''

بیت الخلا میں جانے سے قبل دعا کا اہتمام کریں:

بیت الخلا میں جاتے وقت خیال رکھنا چاہیے کہ دعا پڑھے بغیر اندر داخل نہ ہوں کیونکہ ناپاک جگہ شیطانوں کا گھر اور ٹھکانا ہوتا ہے اور اس میں کسی مسلمان کی موجودگی کو شیطان غنیمت تصور کرتے ہیں۔

نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلا میں جاتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ)). [بخاری: کتاب الوضوء، باب ما یقول عن الخلاء، رقم: ١٤٢]

''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں خبیثوں اور خبیثنیوں سے۔''

شادی کے بعد اپنی بیوی کی پیشانی پر دایاں ہاتھ رکھ کر یہ دعائیں پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ)). [ابو داود: کتاب الصلاة، باب فی جامع النکاح، رقم: ٢١٦٠]

''اے اللہ! میں اس کی بھلائی کا طلب گار ہوں اور اس کے مزاج کی بھلائی چاہتا ہوں کہ جس پر تو نے اس کو بنایا اور میں اس کے شر سے اور اس کے مزاج کے شر سے کہ جس پر تو نے اس کو بنایا، تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

ازدواجی تعلقات سے قبل شیطان سے پناہ طلب کریں:

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''تم میں سے جب کوئی اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو تو یہ دعا پڑھے:

((بِاسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا)).

[بخاری: کتاب النکاح، باب ما یقول الرجل اذا اتی اهله، رقم: ٥١٦٥]

''میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! شیطان کو ہم سے دور رکھ اور شیطان کو اس چیز سے بھی دور رکھ جو (اولاد) تو ہمیں عطا کرے۔''

پھر اس عرصہ میں ان کے لیے کوئی اولاد نصیب ہو تو شیطان اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)).

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے، جو صاحبِ عزت وعظمت ہے اور جس کی بادشاہی قدیم ہے، شیطان مردود سے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ ، قَالَ الشَّيْطَانُ: حُفِظَ مِنِّيْ سَائِرَ الْيَوْمِ)). [ابوداود: کتاب الصلاۃ، باب ما یقول الرجل عن دخوله المسجد، رقم: ٤٦٦]

''جو آدمی یہ دعا پڑھ لیتا ہے، شیطان اس کے متعلق کہتا ہے کہ یہ شخص تمام دن کے لیے میرے شر سے محفوظ ہو گیا۔''

مسجد سے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)). [ابن ماجة: کتاب الصلاۃ، باب الدعاء عند دخول المسجد، رقم: ٧٧٣]

''اللہ کے نام کے ساتھ (میں نکلتا ہوں) اور سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اے

اللہ! مجھے بچا کے رکھ شیطان مردود سے۔''

گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)).

[ابوداود: كتاب الأدب، باب ما يقول إذا خرج من بيته، رقم: ٥٠٩٥]

''(میں اس گھر سے) اللہ کے نام کے ساتھ (نکل رہا ہوں) میں نے بھروسہ کیا اللہ پر، اور گناہ سے بچنے کی ہمت ہے اور نہ نیکی کرنے کی طاقت مگر اللہ ہی کی توفیق سے۔''

جو شخص صدق دل سے اللہ پر یقین رکھتا ہو اور مذکورہ اذکار کا شرح صدر سے پابند ہو، اس کے لیے یہ اذکار ومعوذات جادو وغیرہ کے شر سے بچنے کے لیے عظیم اسباب ہیں۔

❀......❀......❀

جادو کا توڑ

اگر انسان روزمرہ کے تمام اذکار و وظائف کی پابندی کرتا رہے تو پھر اسے کسی جن، جادو، آسیب اور ٹونے ٹوٹکے کی بالعموم شکایت نہیں ہوتی، لیکن بعض اوقات غفلت، سستی، بھول چوک اور کارِ گناہ میں مبتلا ہو کر ایک انسان جادو جنات کے حملے کا شکار بھی ہو سکتا ہے، ایسی صورت میں یہ سمجھنا چاہیے کہ ایک طرف تو تقدیر کا فیصلہ ہی ایسے تھا کہ اس شخص نے اس مرض میں مبتلا ہونا تھا اور دوسری طرف تقدیر ہی کے فیصلے کی بنیاد پر اس کا ظاہری سبب یہ بن جاتا ہے کہ انسان اپنے اذکار و وظائف سے کسی وقت غافل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے نقصان پہنچانے والے دشمن کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جادو کے توڑ کی صورت یہ ہے کہ آپ جادو سے متاثر مریض پر وہ تمام دم درود کریں جو شرعاً جائز ہیں، اس سلسلہ میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جادو کا سب سے بہتر اور مناسب علاج وہ ہے جو شرعی دم کیا جائے، کیونکہ جادو بد روحوں کے اثرات بد کی وجہ سے ہوتا ہے، لہٰذا ان کے بد اثرات کا دفاع اور علاج اسی چیز سے کیا جا سکتا ہے جو ان کا مقابلہ کر سکے، اور وہ مسنون اذکار اور قرآنی آیات ہی ہیں جن کے ذریعے ان بد روحوں کے برے اثرات کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔'' (الطب النبوی، ص: ۲۶۹)

جادو کے توڑ کے لیے سورۃ الفاتحہ کے ذریعے دم:

خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ کے چچا سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ایک قبیلے سے ہمارا گزر ہوا تو قبیلہ والوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اس نبی سے خیر و بھلائی کی باتیں سیکھ کر آ

رہے ہو تو کیا تمہارے پاس کوئی ایسا دم یا دوا وغیرہ ہے جس کے ذریعے تم ہمارے آسیب زدہ شخص کا علاج کر سکو؟ ہم نے کہا کہ ہاں بالکل ہے۔ پھر وہ ایک آدمی لے کر آئے جو رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے تین دن صبح وشام اس پر سورت فاتحہ کے ساتھ دم کیا اور جب میں دم کرتا تو اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس پر تھوتھو کر دیتا۔ بالآخر وہ تندرست ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کی رسیاں کھول دی ہیں۔

(ابو داود: کتاب الطب، باب کیف الرقی، رقم: ۳۸۹۸)

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کے مریض پر مسلسل صبح وشام سورت فاتحہ کے ساتھ دم کیا جائے تو اسے شفا مل جاتی ہے۔

نبی ﷺ پر جادو اور اس کا توڑ:

کسی شخص کا جادو کے ذریعے متاثر ہونا بڑی بات نہیں، خود نبی کریم ﷺ پر بھی جادو ہو گیا تھا اور یہ بات صحیح روایات میں بیان ہوئی ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی تفصیل میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں:

''بنی زُریق کے ایک یہودی شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا اور اس جادو کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کسی کام کے متعلق خیال کرتے کہ آپ نے وہ کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ ایک دن یا ایک رات رسول اللہ ﷺ مسلسل دعا کرتے رہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! تمہیں معلوم ہے اللہ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا، اللہ نے اس کا جواب مجھے دے دیا ہے، چنانچہ میرے پاس دو فرشتے آئے، ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: ان پر جادو ہوا ہے، پہلے

نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے پوچھا: کس چیز میں؟ دوسرے نے جواب دیا: کنگھی اور کنگھی سے ٹوٹے ہوئے بالوں میں، جو ایک نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں ہے۔ پہلے نے سوال کیا: یہ جادو ہے کہاں؟ دوسرے نے جواب دیا: زَرْوان کے کنویں میں۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو مجھ سے فرمایا: عائشہ! اس کا پانی ایسا تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر شیطان کے سروں کی طرح تھے۔ (یعنی پرانا اور ویران کنواں ہونے کی وجہ سے اس کی یہ حالت تھی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں کر دیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے شفا دے دی، اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں خواہ مخواہ لوگوں میں اس شر کو پھیلاؤں، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس جادو کا سامان اسی میں دفن کرا دیا۔''

(بخاری: کتاب الطب، باب السحر، رقم: ٥٧٦٣)

یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے، دیگر کتب احادیث میں بھی الفاظ کے جزوی فرق کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ اس کی صحت کے بارے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی محدثین وفقہاء میں سے کسی نے اس حدیث کی صحت کو کبھی چیلنج کیا، آج بھی اس کی صحت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا، جس طرح یہ حدیث اپنی صحت واستناد میں ہر شک وشبہ سے بالا ہے، اسی طرح یہ اپنے معنی ومفہوم میں بھی پوری طرح واضح ہے اور اس بارے میں کسی تاویل کی محتاج نہیں کہ واقعتاً اللہ کے رسول ﷺ پر جادو ہوا تھا اور جسمانی طور پر آپ ﷺ اس جادو سے تھوڑا بہت متاثر بھی ہوئے تھے۔

دیگر روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے علاج کے لیے معوذتین سورتیں نازل ہوئیں اور پھر قرآنِ مجید کا حصہ بن گئیں، چنانچہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اسی واقعہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''ایک یہودی کا نبی کریم ﷺ کے پاس آنا جانا تھا، اس نے آپ ﷺ کے ہاں اپنا بڑا اعتماد پیدا کر رکھا تھا، چنانچہ اس نے آپ ﷺ کے لیے گرہیں لگوائیں (یعنی جادو کروایا) اور اسے ایک انصاری کے کنویں میں ڈال دیا۔ اس جادو کے اثر سے آپ ﷺ کو کئی روز تکلیف رہی۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت کے مطابق چھ ماہ تک تکلیف رہی) پھر آپ ﷺ کی عیادت کے لیے دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک آپ ﷺ کے سر کے پاس اور دوسرا پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ فلاں آدمی جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا جاتا تھا، اس نے آپ پر گرہیں باندھ کر جادو کیا ہے اور فلاں انصاری کے کنویں میں وہ جادوئی چیزیں ڈال رکھی ہیں۔ اگر آپ ﷺ کسی شخص کو اس کنویں کی طرف بھیجیں جو اس میں سے وہ گرہیں نکالے تو وہ دیکھے گا کہ جادو کے اثر سے اس کنویں کا پانی بھی زرد ہو چکا ہو گا۔ پھر جبریل علیہ السلام معوذتین سورتوں کا حکم لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے کہا کہ فلاں یہودی آدمی نے آپ پر جادو کیا ہے جو فلاں کنویں میں ہے، آپ ﷺ نے ایک آدمی (یعنی علی رضی اللہ عنہ) کو بھیجا تو انہوں نے دیکھا کہ واقعی اس کنویں کا پانی زرد ہو چکا ہے، چنانچہ انہوں نے وہ جادوئی اشیاء وہاں سے نکالیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے آئے (جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو وہ جادوئی گرہیں کھولنے اور ایک ایک آیت پڑھنے کی ہدایت

کی) چنانچہ آپ ﷺ (معوذتین کی) ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور گرہ کھولتے جاتے اور جیسے جیسے گرہیں کھلتی گئیں، ویسے ویسے آپ ﷺ فرق محسوس کرتے گئے حتی کہ آپ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ (ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے ہو گئے جیسے آپ بندھی ہوئی رسیوں سے آزاد ہو گئے ہیں) اس واقعہ کے بعد بھی وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا جاتا رہا مگر آپ ﷺ نے اس سے اس جادو کا کبھی ذکر نہ کیا اور نہ ہی مرتے دم تک آپ ﷺ نے اس سے اس کا بدلہ لیا۔" (سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني: ٢٧٦١)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب رسول اللہ ﷺ سے جادو دور ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ شَفَانِيْ)) "اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرما دی ہے۔" اور شفا اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی مرض اور بیماری موجود ہو، پھر وہ ختم ہو جائے تو اسے شفا کہا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فی الواقع آپ ﷺ پر جادو کا اثر ہوا تھا اور قرآن وحدیث سے واضح طور پر جادو کے ثبوت پر قطعی دلائل موجود ہیں۔" (تفسير قرطبی)

جادو کے توڑ کا مخصوص دم:

بعض دفعہ جادو کی وجہ سے مریض جسم کے خاص حصے پر درد محسوس کرتا ہے، مریض کے اس حصہ پر درج ذیل دم کریں تو جادو کا اثر ان شاءاللہ زائل ہو جائے گا:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا)). [بخاري: كتاب الطب، باب رقية النبی ﷺ، رقم: ٥٧٤٢]

"اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کرنے والے! شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ہے، تو ایسی شفا عطا فرما

کہ مرض کا نام ونشان باقی نہ رہے۔''

❀ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے تب سے جسم میں درد محسوس کر رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متاثرہ حصے پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ پڑھو اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھ کر دم کرو:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ)). [مسلم: كتاب السلام، باب استحباب وضع يده موضع الألم، رقم: ٢٢٠٢]

''میں اللہ تعالیٰ کی جلال وعزت اور قدرت وقوت کے ساتھ اس کی پناہ میں آتا ہوں، اس تکلیف سے جو میں محسوس کر رہا ہوں یا جس سے میں ڈرتا ہوں۔''

❀......❀......❀
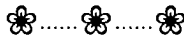
دواؤں کے ذریعے سے جادو کا علاج

جادو کا علاج حسی دواؤں سے بھی کیا جاتا ہے، چنانچہ احادیث کی روشنی میں ان دواؤں کو ذکر کیا جاتا ہے:

عجوہ کھجور سے علاج:

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَّلَا سِحْرٌ)). [بخاری: کتاب الطب، باب الدواء بالعجوة للسحر، رقم: ٥٧٦٩]

''جس شخص نے صبح (نہار منہ) سات عجوہ کھجوریں کھائیں تو اسے اس دن زہر اور جادو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔''

واضح رہے کہ یہ خصوصیت صرف مدینے کی عجوہ کھجور میں ہے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عجوہ کھجور کا جادو اور زہر کے لیے مفید ہونا مدینے کی کھجور کے لیے نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت کے باعث ہے، اس میں کھجور کی کوئی خصوصیت نہیں۔''

اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حدیث میں مدینے کی عجوہ کی خصوصیت مذکور ہے۔''

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ وصف، اعلیٰ درجہ کی عجوہ اور مدینہ کی حدود میں پیدا ہونے والی کھجوروں کے لیے ہی خاص ہے، ان کی اس خصوصیت کا اشکال اس طرح دور ہو جاتا ہے کہ بعض دواؤں میں شفا ان کی جنس کی بجائے بعض علاقوں کے ساتھ خاص ہوتی

ہے۔'' (فتح الباری)

کلونجی کے ذریعے سے علاج کرنا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ هٰذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَآءَ شِفَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ إِلَّا مِنَ السَّامِ)).

[بخاری: كتاب الطب، باب الحبة السوداء، رقم: ٥٦٨٧]

''کلونجی میں سوائے موت کے ہر مرض کی شفا ہے۔''

سینگی کے ذریعے سے علاج:

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سینگی لگوانا علاج کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَإِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ كَانَ شِفَآءٍ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ)). [ابو داود: كتاب الطب، باب متى تستحب الحجامة، رقم: ٣٨٦١]

''جس نے قمری ماہ کی ۱۷، ۱۹ اور ۲۱ تاریخوں کو سینگی لگوائی، اسے ہر بیماری سے شفا ہو جائے گی۔''

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ)). [بخاری: كتاب الطب، باب الحجامة من الداء، رقم: ٥٦٩٦]

''جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو ان میں بہترین علاج سینگی لگوانا ہے۔''

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جادو خبیث روحوں کی تاثیرات، ان کی طرف طبیعت کے میلان اور اثر کو قبول

کرنے کی استعداد کا مجموعہ ہے، حقیقت میں طبیعت کا یہ میلان اور اثرات کو جلد قبول کرنا ہی جادو کے اثر کو شدید تر بنا دیتا ہے۔ جادو کا اثر کبھی جسم کے خاص حصے تک ہی محدود ہوتا ہے، ایسی صورت میں جسم کے اس مخصوص حصے پر سینگی لگوانا، جہاں جادو کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو، بہترین علاج ہے، بشرطیکہ سینگی کا استعمال اسی طریقے پر کیا جائے جو کہ مطلوب ہے۔'' (زاد المعاد)

❀......❀......❀

نظرِ بد کی حقیقت اور اس کا علاج

اللہ تعالیٰ نے انسانی نظر میں بڑی تاثیر رکھی ہے، دیکھنے والے کی آنکھوں سے زہر نکل کر نظر لگنے والے کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے، جس سے وہ مختلف بیماریوں اور مصائب کا شکار ہو جاتا ہے، نظر کا لگ جانا برحق ہے اور قرآن وحدیث میں اس کی حقانیت پر واضح دلائل موجود ہیں۔

نظر کی تاثیر قرآن کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾. [يوسف: ٦٧، ٦٨]

”اور (یعقوب علیہ السلام) نے کہا: اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے نہ داخل ہونا، بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا، میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا۔ حکم اور فیصلہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو صرف اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے، جب وہ انھی راستوں سے گئے جن کا حکم ان کے والد نے انھیں دیا تھا، کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انھیں ذرا بھی بچا لے مگر یعقوب کے دل میں ایک خیال (پیدا ہوا) جسے اس نے پورا کر لیا، بلاشبہ وہ

ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں آیات کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ انھوں نے جب ''بنیامین'' سمیت اپنے بیٹوں کو مصر جانے کے لیے تیار کیا تو انھیں تلقین کی کہ وہ سب کے سب ایک دروازے سے داخل ہونے کی بجائے مختلف دروازوں سے داخل ہوں، کیونکہ انھیں جس طرح کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور سدی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا کہنا ہے، اس بات کا خدشہ تھا کہ ان کے بیٹے خوب صورت شکل صورت والے ہیں، کہیں نظر بد کا شکار نہ ہو جائیں اور نظر کا لگ جانا حق ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر)

سورۃ القلم میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾. [القلم: ۵۱]

''اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں، جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور دیوانہ ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

''اگر آپ کے لیے اللہ کی حفاظت وحمایت نہ ہوتی تو ان کافروں کی حاسدانہ نظروں سے آپ نظر بد کا شکار ہو جاتے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظر کا لگ جانا اور اس کا دوسروں پر اللہ کے حکم سے اثر انداز ہونا حق ہے اور بہت سی احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر)

نظر کی تاثیر احادیث نبویہ کی روشنی میں:

❀ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَیْنُ حَقٌّ)). [بخاری: کتاب الطب، باب العین حق، رقم: ٥٧٤٠]

''نظر لگنا حق ہے۔''

❀ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ ، فَإِنَّ الْعَیْنَ حَقٌّ)). [ابن ماجه: کتاب الطب، باب العین، رقم: ٣٥٠٨]

''نظر سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو، کیونکہ نظر کا لگ جانا حق ہے۔''

❀ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَیْنُ حَقٌّ ، وَلَوْ کَانَ شَیْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَیْنُ ، وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا)). [مسلم: کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی، رقم: ٢١٨٨]

''نظر کا لگنا حق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جانے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی اور جب تم میں سے کسی ایک سے غسل کا مطالبہ کیا جائے تو وہ ضرور غسل کرے۔''

❀ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ بنو جعفر کو نظر لگ جاتی ہے تو کیا وہ ان پر دم کر سکتی ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نَعَمْ فَإِنَّهُ لَوْ کَانَ شَیْءٌ سَابِقَ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَیْنُ)). [ترمذی: کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقیة من العین، رقم: ٢٠٥٩]

''ہاں! اور اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جانے والی ہوتی تو وہ نظر ہے۔''

❀ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((إِنَّ الْعَیْنَ لَتُوْلِعُ الرَّجُلَ بِإِذْنِ اللّٰهِ حَتّٰی یَصْعَدَ حَالِقًا ثُمَّ یَتَرَدّٰی مِنْهُ)). [مسند احمد]

''بے شک نظر اللہ کے حکم سے انسان پر اثر انداز ہوتی ہے، حتی کہ وہ اگر ایک اونچی جگہ پر ہو تو نظر کی وجہ سے نیچے گر سکتا ہے۔''

❀ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَيْنُ حَقٌّ ، تَسْتَنْزِلُ الْحَالِقَ)). [مستدرك حاكم]

''نظر کا لگنا حق ہے اور یہ انسان کو اونچے پہاڑ سے نیچے گرا سکتی ہے۔''

❀ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَيْنُ تُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَالْجَمَلَ الْقِدْرَ)). [سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، رقم: ١٢٤٩]

''نظر آدمی کو قبر تک اور اونٹ کو ہانڈی تک پہنچا دیتی ہے۔''

❀ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَكْثَرُ مَنْ يَّمُوْتُ مِنْ أُمَّتِيْ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ وَقَضَآئِهٖ وَقَدَرِهٖ بِالْأَنْفُسِ)). [سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، رقم: ٧٤٧]

''اللہ کی قضا اور تقدیر کے بعد سب سے زیادہ نظر کی وجہ سے میری امت میں اموات واقع ہوں گی۔''

❀ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر کی وجہ سے دم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ (بخاری: كتاب الطب، باب رقية العين، رقم: ٥٧٣٨)

❀ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اور بچھو وغیرہ کے ڈسنے سے اور پسلی پر نکلنے والی پھنسیوں پر دم کرنے کی اجازت دی ہے۔ (مسلم: كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين، رقم: ٢١٩٦)

❀ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کے چہرے پر کالے یا پیلے رنگ کا نشان دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِسْتَرْقُوْا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ)). [بخاري: كتاب الطب، باب رقية العين، رقم: ٥٧٣٩]

''اسے نظر لگ گئی ہے، اس پر دم کرو۔''

❀ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آل حزم کو سانپ سے ڈسنے کی وجہ سے دم کرنے کی رخصت دی اور آپ ﷺ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

((مَالِيْ أَرٰى أَجْسَامَ بَنِيْ أَخِيْ ضَارِعَةً تُصِيْبُهُمُ الْحَاجَةُ)).

''کیا وجہ ہے کہ میرے بھتیجے کمزور ہیں، کیا فقر وفاقے کا شکار ہیں؟''

انھوں نے کہا: نہیں، بلکہ انھیں نظر بہت جلد لگ جاتی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِرْقِيْهِمْ)). [مسلم: كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين، رقم: ٢١٩٨]

''ان پر دم کیا کرو۔''

نظر اور حسد میں فرق:

۱۔ ہر نظر لگانے والا شخص حاسد نہیں ہے، لیکن ہر حاسد نظر لگانے والا ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفلق میں حاسد کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا کوئی بھی مسلمان جب حاسد سے پناہ طلب کرتا ہے تو اس میں نظر لگانے والا انسان بھی خود بخود آ جائے گا اور یہ قرآنِ کریم کی بلاغت، شمولیت اور جامعیت ہے۔

۲۔ حسد، بغض اور کینے کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس میں یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ جو نعمت دوسرے کو ملی ہوئی ہے، وہ اس سے چھن جائے اور حاسد کو مل جائے جب کہ نظر بد کا سبب حیرت، پسندیدگی اور کسی چیز کو بڑا سمجھنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں کی تاثیر ایک ہے، لیکن سبب الگ الگ ہوتا ہے۔

۳۔ حاسد کسی متوقع کام کے متعلق حسد کر سکتا ہے جب کہ نظر بد لگانے والا کسی موجود چیز ہی کو نظر لگا سکتا ہے۔

۴۔ انسان اپنے آپ سے حسد نہیں کر سکتا، البتہ اپنے آپ کو نظر لگا سکتا ہے۔

۵۔ حسد صرف کینہ پرور شخص ہی کرتا ہے جب کہ نظر ایک نیک آدمی کی بھی لگ سکتی ہے، جب کہ وہ کسی چیز پر حیرت کا اظہار کرے، گو اس میں کسی نعمت کے چھن جانے کا ارادہ شامل نہ ہو، جیسا کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی نظر سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ کو لگ گئی تھی، حالانکہ عامر رضی اللہ عنہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ یہ واقعہ آئندہ صفحہ پر ''نظر کا علاج'' کے ضمن میں مذکور ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

نظر سے بچاؤ کا طریقہ:

نظر سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان جب کسی چیز کو دیکھے اور اسے وہ پسند آ جائے تو زبان سے ''ما شاء اللہ'' یا ''بارک اللہ'' کے الفاظ بولے تا کہ اس کی پسندیدگی کی نظر کا برا اثر نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو یہی تعلیم دی تھی۔ (ابن ماجه: كتاب الطب، باب العين، رقم: ۳۵۰۹)

❀ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور انسانوں کی نظر سے پناہ طلب کرتے تھے، پھر جب معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) نازل ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پڑھنے لگے اور باقی دعائیں آپ نے چھوڑ دی تھیں۔

(ترمذی: كتاب الطب، باب ما جاء في الرقية بالمعوذين، رقم: ۲۰۵۸)

❀ ام سیدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا، اس کے چہرے پر سیاہ نشان تھا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِسْتَرْقُوْا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ)). [بخاری: كتاب الطب، باب رقية العين، رقم: ۵۷۳۹]

''اس کو دم کرو، کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ یہ سیاہ نشان، جن کی نظر کی وجہ سے تھا۔'' (فتح الباری)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح انسان کی نظر اثر انداز ہوتی ہے، اسی طرح جن کی نظر بھی اثر انداز ہوتی ہے، اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ وہ جب بھی کپڑے اتارے یا آئینہ دیکھے یا کوئی کام بھی کرے تو ''بسم اللہ'' پڑھ لیا کرے تاکہ جنوں اور انسانوں کی نظر بد کی تاثیر سے بچ سکے۔

نظر کا علاج:

اس کے علاج کے کئی ایک طریقے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ جس شخص کی نظر لگی ہو، اگر اس کا پتا چل جائے تو اسے غسل کرنے کا کہا جائے، پھر جس پانی سے اس نے غسل کیا ہو، اسے نظر سے متاثر ہونے والے شخص پر بہا دیا جائے۔ اس طرح ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے باپ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے غسل کا ارادہ کیا، جب انھوں نے قمیص اُتاری تو عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میرے والد کا رنگ انتہائی سفید تھا اور جلد بہت خوب صورت تھی۔ عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آج تک اتنی خوب صورت جلد کسی کنواری لڑکی کی بھی نہیں دیکھی، ان کا یہ کہنا تھا کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو سخت بخار شروع ہوگیا، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ بتایا گیا اور آپ کو یہ بھی بتایا گیا کہ سہل رضی اللہ عنہ کی حالت یہ ہے کہ وہ سر بھی نہیں اٹھا سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمھیں کسی پر شک ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ پر شک ہوسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بلایا اور ناراضی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

''تم میں سے کوئی ایک کیوں (نظر سے) اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی میں ایسی بات دیکھے جو اسے پسند آئے تو وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔''

پھر نبی ﷺ نے پانی منگوایا اور عامر رضی اللہ عنہ کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ تب عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں اور اپنی چادر کے اندرونی حصے دھوئے، پھر نبی ﷺ کے حکم سے وہ پانی سہل رضی اللہ عنہ کے اوپر پیچھے سے بہا دیا گیا اور سہل رضی اللہ عنہ شفا یاب ہو گئے۔ (ابن ماجه: كتاب الطب، باب العين، رقم: ٣٥٠٩)

نظر کے لیے غسل کروانا:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْعَيْنُ حَقٌّ، وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا)). [مسلم: كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى، رقم: ٢١٨٨]

''نظر کا لگنا حق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جانے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی اور جب تم میں سے کسی ایک سے غسل کا مطالبہ کیا جائے تو وہ ضرور غسل کرے۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

((كَانَ يُؤْمَرُ الْعَائِنُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ الْمَعِينُ)). [ابو داود: كتاب الطب، باب ما جاء في العين، رقم: ٣٨٨٠]

''جس شخص کی نظر کسی کو لگ جاتی تھی، اسے غسل کرنے کا حکم دیا جاتا تھا پھر اس پانی سے مریض کو غسل کرا دیا جاتا تھا۔''

ان دونوں احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جس شخص کی نظر کسی کو لگ گئی ہو

وہ مریض کے لیے غسل یا وضو کرے۔

❀ مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر مندرجہ ذیل دعائیں پڑھیں:

((بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ ، بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ)). [مسلم: كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى، رقم: ٢١٨٦]

''میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھ پر دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو تجھے تکلیف دے، ہر نفس کے شر سے یا حسد کرنے والی نظر بد سے، اللہ تجھے شفا دے، اللہ کے نام کے ساتھ میں تجھ پر دم کرتا ہوں۔''

((بِاسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ ، وَمِنْ كُلِّ دَآءٍ يَّشْفِيْكَ ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ، وَشَرِّ كُلِّ ذِيْ عَيْنٍ)). [مسلم: كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى، رقم: ٢١٨٥]

''اللہ کے نام کے ساتھ، وہ اللہ تجھے ہر بیماری سے شفا دے گا اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے اور ہر نظر لگانے والے کے شر سے۔''

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَاسَ وَاشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا)). [بخاری: كتاب الطب، باب رقية النبی ﷺ، رقم: ٥٧٤٣]

''اے اللہ! لوگوں کے پالنے والے تکلیف کو دور کر دے، اسے شفا دے دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، ایسی شفا (دے) کہ کسی قسم کی بیماری باقی نہ رہے۔''

❀ مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر قرآنِ مجید کی آخری تین سورتیں (سورۃ الاخلاص سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھیں اور اس پر دم کریں۔

❀......❀......❀

استخارہ

استخارہ کیا ہے؟:

''استخارہ'' کا لغوی معنی ہے خیر طلب کرنا، دراصل استخارہ دعا ہی کی ایک صورت ہے اور یہ دعا خود حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس لیے سکھائی کہ وہ کسی بھی اہم معاملہ میں قدم اٹھانے سے پہلے اللہ کے حضور دو رکعت نفل ادا کرنے کے بعد یہ دعا مانگیں تا کہ اس دعا کی برکت سے اس کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و برکت پیدا ہو جائے، مثلاً ایک آدمی بذات خود کوئی کاروبار کرنا چاہتا ہے یا کسی کے ساتھ کسی کاروبار میں شراکت ومضاربت کرنا چاہتا ہے یا کسی تعلیمی سیاحتی یا کاروباری سفر کے لیے جانا چاہتا ہے یا کہیں اپنی یا اپنی اولاد کی شادی کرنا چاہتا ہے یا دو اہم کاموں میں سے کسی ایک کے بارے میں اسے کوئی فیصلہ کرنا ہے یا ایسا ہی کوئی اور معاملہ اسے درپیش ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کام اس کے لیے بہتر ثابت ہو گا یا نہیں تو ایسی تمام صورتوں میں کسی نجومی، عامل وکاہن وغیرہ کے پاس جانے یا فال اور شگون لینے کی بجائے ایک مسلمان کو یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اس کے بعد اللہ کے حضور استخارہ کی دعا کرے۔

دورِ جاہلیت میں لوگ سفر کرنے سے پہلے پرندہ اڑا کر اپنے حق میں خیر یا شر کا فیصلہ کرتے یا قسمت آزمائی کے تیر گھماتے، شریعت اسلامیہ نے ان تمام امور کو باطل قرار دے کر استخارہ جیسے عمل کی رغبت دلائی ہے۔

انسان جس قدر نیک ہو گا اور خلوص کے ساتھ اللہ سے دعائے استخارہ کرے گا، اسی قدر اس کی یہ دعا تاثیر دکھائے گی اور اسے ان کاموں میں اللہ کی طرف سے کوئی نہ کوئی رہنمائی مل جائے گی کہ اس کے لیے وہ کام کرنا مفید ہے یا نہیں، مثلاً یہ کہ جو

کام وہ کرنا چاہتا ہے اس کے بارے میں اسے ایک اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے لیے مفید ہے یا نہیں یا اسی طرح اس کے سامنے اگر دو صورتیں ہوں تو ان میں کسی ایک کے اختیار کرنے کا اشارہ مل جاتا ہے اور یوں اس کے لیے اس میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے یا پھر بذریعہ الہام دل میں اللہ کی طرف سے کوئی بات ڈال دی جاتی ہے اور انسان پورے اطمینان سے اسے ہی انجام دیتا ہے جس پر اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔

دعائے استخارہ مع ترجمہ:

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے معاملات میں استخارہ کرنے کا طریقہ اس طرح سکھایا کرتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام انجام دینا چاہتا ہو تو وہ دو رکعت نفل نماز ادا کرے پھر یہ دعا مانگے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، اَللّٰھُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ ھٰذَا الْأَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ ھٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِیْ بِهٖ)). [بخاری: کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، رقم: ١١٦٢]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت

کی بدولت تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا طلب گار ہوں کہ قدرت تو ہی رکھتا اور مجھے کوئی قدرت نہیں، علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام جس کے لیے استخارہ کیا جا رہا ہے، میرے دین، دنیا اور اُخروی انجام کے لحاظ سے میرے لیے بہتر ہے تو اسے میرے نصیب میں کر دے اور اس کام کا حصول میرے لیے آسان کر دے اور اس کام میں میرے لیے برکت عطا فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس کام سے ہٹا دے، پھر جہاں کہیں خیر ہے، وہ میرے لیے مقدر فرما دے اور اس سے میرا دل مطمئن فرما دے۔''

استخارہ کی اہمیت:

استخارہ سے متعلقہ روایات سے ایک تو اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دعائے استخارہ اس اہتمام کے ساتھ سکھایا کرتا تھے جو اہتمام قرآنِ مجید سکھانے کے حوالے سے آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس دعا کے سکھانے کا مقصد یہی تھا کہ وہ اپنے اہم معاملات میں اس دعا سے استفادہ کریں۔ بعض اہل علم نے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے واجب قرار دیا ہے مگر جمہور اہل علم کی رائے یہی ہے کہ استخارہ سنت ہے، واجب نہیں۔ اور یہی رائے قوی ہے۔

استخارہ سے پہلے نماز:

استخارہ سے متعلقہ گزشتہ ذکر کردہ صحیح بخاری کی حدیث سے اس بات کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ استخارہ بنیادی طور پر دعا ہی کی ایک قسم ہے، البتہ اس میں اور دیگر دعاؤں میں ایک فرق یہ ہے کہ دیگر دعاؤں سے پہلے دو رکعت نماز نہ بھی پڑھی

جائے تو کوئی حرج نہیں مگر اس میں سنت طریقہ یہی ہے کہ دعا سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھی جائے۔ اور اس نماز کی حکمت یہ ہے کہ اس طرح انسان اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے، جیسا کہ بعض احادیث میں ہے:

((أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِهِ وَهُوَ سَاجِدٌ)). [مسلم: کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود]

''انسان اس وقت اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے جب وہ حالت سجدہ میں ہو۔''

اگر دو رکعت نماز کے بغیر یہ دعا مانگی جائے تو پھر اس کی حیثیت دیگر دعاؤں کی طرح ایک دعا ہی کی ہوگی اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی موقع پر اگر نماز کے بغیر یہ دعا کرنا پڑے تو کر لی جائے کیونکہ ایک دعا کی حیثیت سے اس میں کوئی مانع نہیں اور بعض اوقات ایسی صورت پیدا ہو سکتی ہے کہ کسی کام میں رائے یا فیصلہ دینے کے لیے انسان کے پاس اتنا وقت بھی نہ ہو کہ وہ دو رکعت نفل پڑھ سکتے تو ظاہر ہے ایسی صورت میں کم از کم یہ دعا ہی پڑھ لی جائے تو کچھ نہ کچھ برکت ضرور حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح حالت حیض یا حالت نفاس میں کسی عورت کو استخارہ کی ضرورت پڑ جائے تو ظاہر ہے وہ صرف دعا ہی کرے گی، کیونکہ یہ تو اس کے لیے جائز ہی نہیں کہ وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے۔

پھر اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض روایات میں نماز کے بغیر بھی دعائے استخارہ کا ذکر ملتا ہے، مثلاً ایک روایت میں ہے:

((إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَمْرًا فَلْيَقُلْ: أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ......)).

[ابن حبان]

''جب تم میں سے کسی کو کوئی معاملہ درپیش ہو تو وہ اس طرح دعا مانگے: اے اللہ!

میں تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں......" (آگے وہی دعائے استخارہ ہے اور اس دعا سے پہلے نماز پڑھنے کا ذکر نہیں)۔

بعض اہل علم کے بقول استخارہ سے پہلے دو سے زیادہ رکعات بھی پڑھی جا سکتی ہیں، ان کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں استخارہ کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے اس طرح کے الفاظ بھی مروی ہیں:

((صَلِّ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ)). [مسند احمد]

"استخارہ سے پہلے حسب توفیق الٰہی نماز پڑھ لو۔"

اب کتنی نماز پڑھی جائے یہ یہاں مذکور نہیں، دیگر روایات میں دو رکعت نماز کا ذکر ہے اس لیے دو رکعات تو ضرور پڑھنی چاہییں مگر اس روایت کے عموم کی بنیاد پر دو سے زیادہ رکعات بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ (تفصیل کے لیے فتح الباری دیکھیے)

دعائے استخارہ میں اپنے مطلوبہ کام کا نام لینا یا دل میں اس کا ارادہ کرنا:

دعائے استخارہ میں جہاں هذا الامر (یہ کام) کے الفاظ ہیں وہاں اپنے مقصود ومطلوب کا نام لیا جائے مثلاً آپ کہیں سفر کے لیے نکلنا چاہتے ہیں تو اس سفر کا نام لے کر دعا کریں، یعنی اس طرح کہیں:

اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا السَّفَرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا السَّفَرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ.

"اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ سفر میرے دین، دنیا اور اُخروی انجام کے لحاظ سے میرے لیے بہتر ہے تو اسے میرے نصیب میں کر دے...... اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ سفر میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے لحاظ سے برا ہے تو

اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے ہٹا دے۔''

سفر کی جگہ کوئی اور چیز ہو تو یہاں اس کا نام لیا جائے گا۔

اگر اس دعا کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح پیچھے ہم نے لکھی ہے اور هذا الامر کے الفاظ پر اپنی مطلوبہ چیز کی نیت کر لی جائے اور اس چیز کا نام نہ بھی لیا جائے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

کیا استخارہ کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے؟:

دعائے استخارہ میں دو رکعت نماز بھی پڑھی جاتی ہے، اس لیے اس نماز کے پیش نظر اس چیز کی احتیاط کی جائے کہ نماز کے تین ممنوعہ اوقات (یعنی طلوعِ آفتاب، غروبِ آفتاب اور زوال) میں نماز استخارہ کا عمل نہ کیا جائے، اگرچہ بعض فقہاء سببی نمازوں (یعنی صلاة الاستخارة، صلاة الخسوف والكسوف، صلاة تحية المسجد وغیرہ) کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے مکروہ اوقات میں بھی ان کی ادائیگی کو جائز قرار دیتے ہیں، مگر بعض دیگر فقہاء کی رائے میں احتیاط اسی میں ہے کہ مکروہ اوقات میں کوئی نماز نہ پڑھی جائے، اسی طرح استخارہ سے پہلے متعلقہ کام کے بارے میں ممکنہ حد تک یہ جاننے کی کوشش بھی کرنی چاہیے کہ وہ بہتر ہے یا نہیں، اس کوشش میں تجربہ کار لوگوں سے مشاورتِ خود غور و فکر وغیرہ سبھی چیزیں شامل ہیں۔

استخارہ کے بعد خواب، الہام یا اطمینانِ قلب:

اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ دعائے استخارہ کے بعد کوئی خواب آئے، خواب آ بھی سکتا ہے اور نہیں بھی، اس لیے کسی خواب کا منتظر نہیں رہنا چاہیے کیونکہ استخارہ مؤثر ہو جائے تو اس کے بعد اللہ کی رحمت اطمینانِ قلب کی صورت میں بھی شامل حال ہو سکتی ہے اور اس طرح بھی کہ جو چیز انسان کے حق میں بہتر ہو اسی کے موافق اللہ تعالیٰ حالات پیدا فرما دیں۔

ایک سے زیادہ مرتبہ استخارہ کرنا:

اگر استخارے کے بعد طبیعت مطلوبہ کام پر مطمئن نہ ہو تو استخارہ دوبارہ بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ ایک دعا ہے اور دعا جتنی بار مانگی جائے اتنا ہی بہتر ہے، علاوہ ازیں سلف صالحین کے حوالے سے بھی یہ بات ملتی ہے کہ وہ استخارہ ایک سے زائد مرتبہ کر لیا کرتے تھے۔

استخارہ کن کاموں میں کیا جاتا ہے؟:

کوئی ایسا شرعی و دینی کام جو فرض یا حرام یا مکروہ کے درجہ میں ہو اس کے لیے استخارہ نہیں کیا جاتا مثلاً نماز پڑھنے یا چھوڑنے، روزہ رکھنے یا چھوڑنے کے لیے استخارہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ دینی فرائض ہیں جنہیں ادا کرنا ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے خواہ یہ طبیعت پر گراں ہوں، اسی طرح کسی حرام کے ارتکاب کر لیے استخارہ نہیں کیا جائے گا کہ میں یہ کروں یا نہ کروں، کیونکہ حرام تو بہر صورت حرام ہے اور اس سے ماسوائے اضطرار کے، ہر حالت میں اجتناب واجب ہے اس لیے استخارہ بالعموم ان امور میں کیا جاتا ہے جو مباح کے درجہ میں ہوں اور مباح سے مراد ایسا کام ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو، یعنی اس کے کرنے پر بھی کوئی ثواب نہ ہو اور اس کے چھوڑنے پر بھی کوئی گناہ نہ ہو، بعض اوقات مستحب معاملات میں بھی استخارہ کر لیا جاتا ہے بشرطیکہ دو مستحب کاموں میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود ہو، مثلاً ایک طرف نفلی حج ہو اور ایک طرف نفلی صدقہ، تو ایسے موقع پر استخارہ کیا جا سکتا ہے۔

استخارہ کے باوجود نقصان اٹھانا:

استخارے کے بعد اگر مطلوبہ کام کی بجائے کوئی اور کام ہو جائے تو اسے ہی اپنے لیے بہتر سمجھنا چاہیے، خواہ بظاہر اس میں کوئی نقصان کا پہلو ہو کیونکہ ممکن ہے کہ جس چیز میں زیادہ نقصان ہو، اس سے اللہ تعالیٰ نے بچا کر کم نقصان والی چیز مقدر میں کر

دی ہو اور ایسا دعائے استخارہ کی قبولیت ہی کی وجہ سے ہوا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس چیز میں بظاہر نقصان ہوا ہے آگے چل کر یہی نقصان آدمی کے لیے اچھے کاموں کا باعث بن جائے، کیونکہ ایک چیز کو انسان اپنے حق میں بہتر سمجھ رہا ہوتا ہے مگر اللہ کے علم کے مطابق وہ انسان کے حق میں بہتر نہیں ہوتی اور ایک چیز کو انسان اپنے لیے برا سمجھ رہا ہوتا ہے مگر اللہ کے علم کے مطابق وہ انسان کے لیے بری نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾. [البقرة: ۱۱٦]

''ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور حقیقت میں وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا سمجھو، جب کہ وہ تمہارے لیے بری ہو، حقیقی علم اللہ ہی کو ہے جب کہ تم بے خبر ہو۔''

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ دعائے استخارہ قبول نہیں ہوتی اور انسان اپنے مقدر کا نقصان اٹھا کر رہتا ہے ایسی صورت میں صبر اور مزید دعائے خیر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ ایک حدیث میں ہے:

((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ)). [مسلم: كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير]

''مومن شخص کا معاملہ بھی خوب ہے، اس کا ہر معاملہ بہتر ہی ہوتا ہے اور یہ خوبی مومن کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتی، وہ یہ کہ جب اسے خوشی پہنچتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف

پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔“

ایک مسلمان کو اسی حدیث کا مصداق بننا چاہیے کہ خوشی میں اللہ کا شکر جب کہ غمی میں صبر اور دعا۔

استخارہ کے فوائد اور حکمتیں:

استخارہ کے عمل میں بہت سے فوائد اور حکمتیں پنہاں ہیں، سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ اگر دعائے استخارہ قبول ہو جائے تو انسان کے لیے کسی بھی اہم کام میں فائدے اور نقصان کے پہلو ایک حد تک واضح ہو جاتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے لیے بہتر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہوتا ہے۔

اسی طرح استخارہ سے پہلے نماز پڑھنے سے انسان کا اپنے رب سے روحانی تعلق تازہ ہو جاتا ہے اور دعائے استخارہ کے ذریعے اسے یہ حقیقت سمجھنے کا مزید ایک موقع ملتا ہے کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی مشکل کشا و حاجت روا نہیں، مشکلات اللہ ہی کی اجازت سے آتی ہیں اور ان سے نجات کی راہ بھی وہی پیدا کرتا ہے۔

استخارہ عام طور پر اس وقت کیا جاتا ہے جب انسان کسی اہم معاملے میں فیصلہ نہ کرنے کی وجہ سے حیرانی و پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے، استخارہ کی بدولت اس کی یہ پریشانی اللہ کے حکم سے دور ہو جاتی ہے اور اسے ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کی دولت حاصل ہو جاتی ہے اور اسے استخارہ کرنے والا واضح طور پر خود محسوس بھی کرتا ہے۔

استخارہ میں انسان کے تقویٰ کا بھی امتحان ہوتا ہے، اس لیے کہ دعا خواہ استخارہ کی ہو یا کوئی اور بالعموم انسان کے تقویٰ اور خلوص ہی کے حساب سے اس کا اثر واضح ہوتا ہے، اگر استخارہ کے باوجود انسان کے لیے خیر اور آسانی کی کوئی راہ نہ نکلے تو اسے اپنی دینداری اور خشیت الٰہی کا جائزہ لینے کا موقع بھی ملتا ہے۔ ہم لوگ بعض اوقات بار بار استخارہ کرتے ہیں مگر صورت حال واضح نہیں ہوتی، اس لیے کہ

ہمارا تقویٰ اور دینداری ہی اس درجہ کی ہوتی ہے کہ استخارہ کام ہی نہیں کرتا۔

اسی طرح یہ استخارہ کے فوائد ہی میں سے ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد امت کے جلیل القدر اور نیک طینت حضرات استخارہ کی سنت پر عمل پیرا رہے ہیں۔ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے قاصد سے کہا کہ:

(مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتّٰى أُوَامِرَ (وفی روایة أَسْتَأْمِرَ) رَبِّيْ).

[مسلم: کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش ونزول الحجاب]

''جب تک میں اپنے رب سے مشورہ (یعنی استخارہ) نہ کرلوں تب تک کوئی حتمی رائے نہیں دوں گی۔''

چنانچہ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اس نکاح کو قبول کیا۔ اس طرح ان کا نکاح بابرکت ثابت ہوا اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی صف میں شمولیت کا شرف پا گئیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ تو باعث شرف ہے کہ پیغمبر نکاح کی درخواست کرے پھر اس میں استخارہ کی کیا ضرورت؟ جو کام بظاہر خیر وبرکت والا محسوس ہو اس میں بھی استخارہ کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ اس میں مزید خیر وبرکت عطا فرمائیں گے۔

اس کا جواب بعض اہل علم کے بقول یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا نے اس خدشہ سے استخارہ کیا ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح ان کے حق میں بہتر ثابت نہ ہو اور نکاح کے بعد وہ پیغمبر کے حقوق پورا کرنے سے قاصر رہے اور اس سے بڑی شقاوت بھی پھر کیا ہوگی کہ پیغمبر کی زوجہ کا شرف پانے کے باوجود کوئی عورت آپ کی حق تلفی کی مرتکب ٹھہر جائے۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا یہ قول

نقل کیا ہے:

(ما ادخلت فيه حديثا حتى استخرت الله تعالى وصليت ركعتين و تيقنت صحته). [هدى الساري لابن حجر، ص: ٤٨٩]

''میں نے اپنی اس صحیح میں اس وقت تک کوئی حدیث شامل نہیں کی جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کر لیا اور اس حدیث کی صحت کے بارے میں مجھے یقین نہ ہو گیا۔''

اہل علم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح میں جو مرفوع احادیث ہیں، ان کی صحت محدثانہ اصولوں کے مطابق کتنی بلند پایہ ہے۔

اسی طرح کئی اور متقدم اہل علم مثلاً امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ، امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ، امام ابوبکر اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے حوالے سے بھی یہ بات ملتی ہے کہ وہ کسی کتاب کی تصنیف سے پہلے استخارہ کر لیا کرتے تھے، شاید ان کی دعائے استخارہ کی قبولیت ہی کا نتیجہ ہے کہ ان اہل علم کی کتابوں کو تاریخ میں اہم مقام حاصل ہوا۔

استخارہ کسی سے کروانا:

قرآن وحدیث کے دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ دعا انسان خود اپنے لیے کر سکتا ہے، دوسروں کے لیے بھی کر سکتا ہے اور کسی نیک دوست یا متقی شخص یا والدین وغیرہ سے بھی اپنے حق میں کروا سکتا ہے لیکن استخارہ صرف وہ شخص کرے گا جس کا اس استخارے والے معاملے سے براہِ راست تعلق ہو، مثلاً ایک شخص اپنی بیٹی کی کہیں شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ اس شادی سے پہلے اس رشتہ کے سلسلہ میں استخارہ کر لے کیونکہ وہ ولی اور ذمہ دار ہے اور اس پہلو سے اس کا اس معاملے سے براہِ راست تعلق ہے۔ اسی طرح شادی کرنے والی عورت بھی استخارہ کر سکتی ہے کیونکہ یہ معاملہ اس سے بھی متعلق ہے۔ خلاصہ یہ کہ استخارہ وہ کرے جس کا اس کام سے بذاتِ خود

تعلق ہو، کسی دوسرے شخص سے اپنے لیے استخارہ نہیں کروانا چاہیے، اس لیے کہ اول تو استخارہ سے متعلقہ روایات سے یہی بات ثابت ہے کہ اس میں استخارہ کرنے والے ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور دعائے استخارہ میں جو کچھ سکھایا گیا، وہ بھی اس شخص کی اپنی ذات کے متعلقہ ہے۔ دوم اس لیے کہ اگر کسی سے اپنے کام کے لیے استخارہ کروانا درست ہوتا تو نبی کریم ﷺ کے دور میں لوگ ضرور آپ سے استخارہ کرواتے لیکن ایسی کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے بارے میں ایسا واقعہ ملتا ہے کہ انہوں نے کسی دوسرے کے لیے استخارہ کیا ہو۔ البتہ وہ اپنے لیے استخارہ خود ہی کیا کرتے تھے۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ استخارہ میں دعا اور نماز دو چیزیں شامل ہیں اور یہ دونوں عبادت میں شامل ہیں اور عبادات میں کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اپنی مرضی سے کیا جائے تو وہ دین میں اضافہ کرنے کے مترادف ہوتا ہے اور اسے ہی بدعت کہا جاتا ہے، لہٰذا استخارہ کے حوالے سے کوئی ایسی بات یا عمل جس کا نبی کریم ﷺ سے کوئی ثبوت نہ ملے، از خود شروع کر دینا بدعت ہے، دوسروں سے استخارہ کروانا بھی اس لحاظ سے بدعت قرار دیا جائے گا، اس لیے کہ اس کا کوئی ثبوت احادیث سے نہیں ملتا۔

ایک مرتبہ کسی پیر صاحب سے ان کے عقیدت مند نے درخواست کی کہ حضرت میں نے بیٹی کی شادی کرنی ہے، آپ ذرا استخارہ فرما کر بتا دیں کہ کسے اس کا رشتہ دوں، پھر اس عقیدت مند نے کئی دن انتظار کیا مگر پیر صاحب نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک دن ہمت کر کے اس نے پوچھا کہ پیر صاحب! آپ نے استخارہ کیا ہے؟ پیر صاحب نے جواب دیا کہ استخارہ کیا ہے اور کئی مرتبہ کیا ہے، عقیدت مند نے کہا کہ پھر کیا جواب ملا، پیر صاحب نے کہا کہ میں بتانا نہیں چاہتا، عقیدت مند

نے کہا نہیں حضرت آپ ضرور بتائیں، جب عقیدت مند کے اصرار کی حد ہوگئی تو پیر صاحب نے کہا کہ کیا بتاؤں، جتنی مرتبہ استخارہ کیا میرا ہی نام سامنے آیا۔ عقیدت مند کی عقیدت بھی اتنی اندھی تھی کہ اس نے جواب دیا حضرت یہ کون سی پریشانی والی بات ہے، جب اللہ کی مرضی یہی ہے تو میں آپ کو بچی کا رشتہ دے دیتا ہوں، چنانچہ جوان بیٹی کا بوڑھے پیر سے رشتہ کر دیا گیا۔

اس لیے کہتے ہیں کہ اپنے کام کا استخارہ کسی اور سے نہیں کروانا چاہیے۔

استخارہ کے عمل میں خرافات وواہیات:

عملیات کی دنیا میں دیگر خرافات کی طرح استخارہ کے سلسلہ میں بھی عجیب وغریب باتیں دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں جو مضحکہ خیز بھی ہیں اور قابل افسوس بھی۔ پیشہ ور عامل لوگ یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمارا استخارہ کامیاب ہوتا ہے، لہٰذا ہم سے استخارہ کروائیں، ہم فوراً بتا دیں گے کہ آپ کے جس کام کے لیے استخارہ کیا گیا ہے اس میں آپ کے حق میں بہتر کیا ہے اور اللہ کی مرضی کیا ہے، پھر یہ لوگ چند ٹکوں کی خاطر لوگوں کے لیے استخارہ کرتے ہیں، یہ تو معلوم نہیں کہ واقعی یہ استخارہ کا مسنون عمل کرتے ہیں یا نہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ اٹکل پچو اور تکے بازیوں سے یہ اپنے گاہکوں کو مطمئن کر دیتے ہیں کہ ہم نے استخارہ کیا تھا اور یہ جواب ملا ہے۔

استخارہ کا عمل چونکہ صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے اور لوگوں میں یہ معروف بھی ہے، اس لیے پیشہ ور عاملوں کو موقع مل گیا کہ دیگر کفریہ وشرکیہ عملیات کے ساتھ استخارہ کے نام پر بھی اپنی دوکانداری سجائی جائے اور لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کی جائے کہ ہم صحیح اسلامی روحانی علوم کے ساتھ اپنے عمل کرتے ہیں۔ نہ صرف استخارہ بلکہ دعا کے ساتھ بھی یہی حشر کیا جا رہا ہے، ایسے لوگ موجود ہیں جن کا دعویٰ یہ ہے کہ ہماری دعا رد نہیں ہوتی، اس لیے ہم سے جو چاہیں دعا کروالیں، پھر انہوں

نے ہر کام کی دعا کے لیے حسب موقع فیس مقرر کی ہوتی ہے۔ ایسے نام نہاد عاملوں کے ہتھکنڈوں سے ہمیشہ ہوشیار رہیں اور ان کے پاس نہ خود جائیں اور نہ دوسروں کو جانے دیں۔
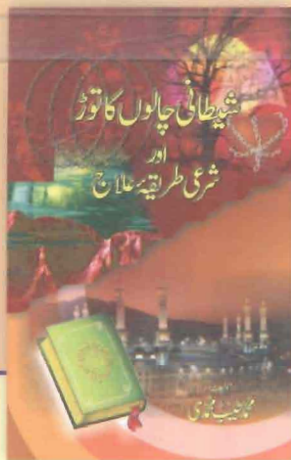
جو لوگ عاملوں، نجومیوں، جوتشیوں، کاہنوں، جادوگروں، اور پیشہ ورانہ پیروں، فقیروں اور نام نہاد دم درود کر کے پیسہ بٹورنے والوں کے پاس جا کر اپنا دین وایمان اور عزتیں لوٹاتے ہیں، وہ اس کتاب کو پڑھ کر حقیقت سے آشنا ہوں اور ان لوگوں سے ہمیشہ کیلئے اپنا تعلق ختم کر کے مسنون اذکار اور فرائض کی پابندی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط بنائیں، تا کہ وہ ہر قسم کی پریشانی اور شیطانی چالوں سے مکمل محفوظ رہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور جن احباب نے اس کتاب کی طرف میری توجہ مبذول کی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔ آمین

محمد طیب محمدی

ادارہ تحقیقات سلفیہ۔گوجرانوالہ

گلی ماہنا گجر، آبادی محبوب عالم، نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ
فون: 0300-7453436